سرگزشت تصوف وسریة

از

ابو شہریار

۲۰۱۹

www.islamic-belief.net

اعلام متصوفین

ابراہیم بن ادھم (المتوفی ۱۶۲ھ)

رابعہ العدویہ یا رابعہ البصری (المتوفی ۱۸۵ھ یا ۱۳۵ھ)

ذون النون المصری (المتوفی ۲۴۵ھ)

ابویزید یا بایزید البسطامی (المتوفی ۲۶۱ھ)

حسین بن منصور الحلاج (المتوفی ۳۰۹ھ)

ابوطالب المکی (المتوفی ۳۸۶ھ)

علی الھجویری (المتوفی ۴۶۵ھ)

الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ)

عبدالقادر الجیلانی (المتوفی ۵۶۱ھ)

ابن العربی (المتوفی ۶۳۸ھ)

رومی (المتوفی ۶۷۳ھ)

عبدالکریم الجیلی (المتوفی ۸۳۲ھ)

ابوبکر الشبلی (المتوفی ۸۶۴ھ)

مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ)

شاہ ولی اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ)

فہرست

پیش لفظ 5

باب ۱: کتب زہد کے نقصانات 6

باب ۲: تصوف کی جڑ 10

انسانی روح کہیں بھی جاسکتی ہے؟.................................10

ارواح قدسیہ عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور تمام عالم شہود ہوتا ہے؟ 12

شبہ نمبرا: سلف کہتے تھے قبور انبیاء سے فیض نہیں لیا جاسکتا..................12

شبہ نمبر ۲: سلف کہتے تھے مردے نہیں بولتے 14

شبہ نمبر ۳: سلف کہتے تھے مردے نہیں سنتے 17

شبہ نمبر ۴: سلف کہتے تھے مردے نہیں دیکھتے 21

باب ۳: ابدال –ایک لایعنی اصطلاح 25

باب ۴: ابدال اور محدثین 29

باب ۵: من اعرف نفسہ فقد.... 35

باب ٦: زہاد کے آئیڈیل 38

اویس قرنی-ایک پراسرار شخصیت.......................................38

محدثین کی متضاد آراء...40

امام بخاری کی رائے 40
امام احمد اور امام یحییٰ ابن معین کی رائے 41
امام عقیلی کی رائے 43
امام ابن ابی حاتم کی رائے 47
ابن قُطلُوبُغَا کی رائے 48
ابن عدی کی رائے 48
امام مسلم کی رائے 49
ابن صاعد کی رائے 49
العجلی کی رائے 50
اویس کا منہج 50
اہل تشیع اور اویس قرنی 51
خوراج اور اویس قرنی 52
ابراہیم بن ادھم 55
اصف بن برخیا کا راز 62
اہل تشیع کی آراء 63
اہل سنت کی آراء 66
پردہ اٹھتا ہے 67

پیش لفظ

تصوف ایک وقت تھا جب اسکے لٹریچر میں صرف زہد ہوتا تھا—دنیا سے غیر ضروری بے زاری کا ذکر ہوتا اور بس اللہ تک پہنچنے کا ذکر ہوتا- پھر اس میں ارتقاء ہوا کہ جو اللہ تک پہنچ گئے یعنی مدفون یا مقبور ان سے لوگوں کا غیر معمولی لگاؤ ہوا—اس کے پیچھے بدنیتی نہیں تھی بس زہد تھا جس کی بنا پر ایسا کیا گیا- قبروں پر جانا شریعت میں ممنوع عمل نہیں بلکہ دنیا کی بے ثباتی یاد رکھنے کے لئے وہاں جانے کا حکم ہے-زہاد نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عباسی دور خلافت کے شروع میں یہ تصور قائم کیا کہ مدفون اولیاء اللہ ان قبروں میں ہی زندہ ہیں، شہداء زندہ ہیں، انبیاء زندہ ہیں اور وہ رزق بھی پا رہے ہیں-اس کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات سے استنباط کیا گیا اور احادیث و روایتوں کو بھی بیان کیا گیا- تصوف اس صنف میں جو کتب تالیف ہو رہی تھیں وہ نہایت غلط سلط روایات کا مجموعہ تھیں-لوگوں نے ان روایات کو قبول کر لیا اور پھر صحیح احادیث کے مفہوم کو بھی اسی سانچے میں ڈھال کر تشریح کی گئی- اس عمل میں زہد تصوف میں بدل گیا- متصوفین چونکہ علم حدیث کے عالم نہیں تھے افسوس وہ انہی ضعیف روایات کی عینک سے قرآن و صحیح احادیث کی تشریح کرنے لگے جس سے وہ مفہوم نکلتا جو قرآنی عقائد کے خلاف ہوتا - لیکن چونکہ سن ۵۰۰ ہجری تک امت کی اکثریت میں پاپولر مذہب قبروں سے متصف ہونا ہی ہو گیا تھا تو اس کو جمہور کی سند پر اللہ کی مرضی مان لیا گیا—

اعتقادی مسائل میں متصوفین نے بہت سے مراحل و مدارج طے کیے ہیں-ان میں انڈر گراونڈ تحریکوں کی طرح جہم بن صفوان کے خیالات، وحدت الوجود کی شکل میں ظاہر ہوئے- ساتھ ہی فلسفہ یونان بھی شامل ہوا- نصرانی و یونانی ہومواوسس یا ہمہ اوست بھی آیا- مصری غناسطیت بھی اس میں نظر آتی ہے- ہمالیہ یا سینٹرل ایشیا کے راہب بھی عرب، عراق و شام پہنچ رہے تھے- یمنی ابن سبا اور شیعی زہاد بھی اس مجمع میں حصہ رسدی کا کام کر رہے تھے- دوسری طرف روایت پسند محدثین زہد پر کتب لکھ رہے تھے جس میں ہر قسم کا رطب و یابس نقل ہو رہا تھا - ان تمام افکار کا تصوف پر اثر ہوا اور آج تصوف میں بیک وقت وحدت الوجود، ہمہ اوست، فنا و بقا، حلول، چلہ کشی، سب موجود ہے اور قبول کر لی گئی ہے—

اسلامی تصوف کی تمام شکلوں و جہتوں پر بات کرنا ایک ہی نشست و کتاب میں ممکن نہیں ہے - راقم کی کتاب مجمع البحرین ویب سائٹ پر پہلے سے موجود ہے- کتاب ہذا میں ویب سائٹ اسلامک بلیف پر تصوف و سریت سے متعلق پیش کردہ چند مضامین کو یکجا کیا گیا ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لئے کچھ چنیدہ مباحث کو اکٹھا کیا گیا ہے-

ابو شہریار

باب ا : کتب زہد کے نقصانات

سن ٢٠٠ ہجری کے اس پاس مسلمانوں میں زہد پر کتب لکھنے کا رواج ہوا – لہذا اس دور میں لکھی گئی کچھ کتب یہ تھیں

الزہد عبد الله بن مبارک ١٨١ ھ

الزہد المعافى بن عمران بن نفيل بن جابر الأزدي الموصلي ١٨٥ ھ

الزہد الوکیع ١٩٧ ھ

الزہد اسد بن موسى ٢١٢ ھ

الزہد ابن ابی الدنیا ٢٨١ ھ

الزہد ابن ابی عاصم ٢٨٧ ھ

الزہد از امام احمد بن حنبل ٢٤١ ھ

الزہد ہناد بن السری ٢٤٣ھ

الزهد لأبي داود السجستاني ٢٧٥ ھ

الزهد محمد بن إدريس بن المنذر بن داود بن مهران الحنظلي الرازي 277 ھ

الزهد وصفة الزاهدين أبو سعيد بن الأعرابي البصري الصوفي 340 ھ

إن کتابوں کو لکھنے کا مقصد صحیح و ضعیف روایات کو ایک جگہ جمع کرنا تھا جو ایک محدث کے پاس ہوتیں لیکن ان کتب میں ہر طرح کا رطب و یابس نقل کر دیا گیا

اس میں احادیث رسول ، تابعین کے اقوال' علماء کی آراء ہر طرح کی چیز لکھ دی گئی اور یہ صنف بہت پسند کی گئی – ان کتب میں ہر وہ چیز جس سے رونا آئے اس کو لکھ دیا گیا مثلا آخرت کا عذاب، قبر کا عذاب، بلا سند انبیاء کے اقوال، خواب

وغیرہ – اِس صنف میں کوئی اصول تھا ہی نہیں – ہر بات ترغیب و ترہیب کے نام پر لکھ دی گئی، نہ ائمہ حدیث کی جرح و تعدیل تھی نہ ضعف کا حکم اور سب سے افسوس ناک بات کہ یہ کام محدثین نے خود کیا- آج ان کا دفاع کرنے والے کہتے ہیں انہوں نے سند دے دی ہے لہذا اس کو دیکھیں لیکن انھیں خود اس کا خیال کیوں نہیں آیا کہ خود ان محدثین کے دور میں اس فن میں کتنے لوگ طاق تھے

اس کے بعد اس امت میں زہاد محدثین آئے جنھوں نے اور ضعیف احادیث لکھیں جو متقدمین نے چھوڑ دی تھیں مثلا

الزہد البیہقی

الزہد نعیم بن حماد

گرتی دیوار کو ایک آخری دھکا انہی جیسے محدثین نے دیا اور آپ ان کی کتب دیکھ سکتے ہیں اس میں کیا کیا لکھ گئے ہیں جن کو بعد میں صوفیا نے اپنے مخصوص عقائد کے لئے استعمال کیا مثلا ایک جھوٹی روایت کہ عمر خطبہ دینے لگے اور کہتے یا ساریہ الجبل – عمر منبر رسول پر تھے اور فارس میں ۲۳ ھ میں ہونے والی جنگ کا منظر منبر رسول سے نظر آ رہا تھا اور وہیں سے سارية بن زنيم بن عمرو الكناني کو ہدایات دی جا رہی تھیں – مسلمانوں کے خلیفہ کا یہ محیر العقول واقعہ محدثین مثلا امام البیہقی نے بیان کیا اور روایت بعد میں بہت سے عقائد برباد کر گئی

اس کے بعد احادیث جمع نہ ہوئیں کیونکہ وہ کسی نہ کسی کتاب میں تھیں اب محدثین زہاد کا دور ختم ہوا اور خالص صوفیاء کا دور شروع ہوا جن میں الغزالی اتے ہیں اور عبد القادر جیلانی وغیرہم

یہ لوگ بھی عجیب قصے مکاشفے بیان کرتے تھے اور سند سے روایت لکھنے کا رواج نہ رہا لہذا زہد کی کتب قصوں کا وعظ کا مجموعہ بن گئیں

ابن الجوزی نے اس دور میں ہر طرح کی کتاب لکھی جن میں بعض میں ضعیف روایات کی بھر مار ہے اور یہاں تک کہ بعد میں انہوں نے اس غلطی کو سدھارنے کے لئے الموضوعات جمع کیں

آٹھویں صدی آتے آتے ابن عربی جیسے ائمہ صوفیا نے زہد کو باقاعدہ ایک فلسفے کے طور پر پیش کیا اور کائنات کی حقیقت کو ماہیت کو بدل دیا گیا – دوسری طرف ابن تیمیہ و ابن قیم السبکی جیسے لوگ تھے جو صوفیا کے خلاف تھے لیکن مکاشفوں کے قائل تھے

ابن تیمیہ کتاب مجموعة الرسائل والمسائل میں لکھتے ہیں

وأما المعجزات التي لغير الأنبياء من باب الكشف والعلم فمثل قول عمر في قصة سارية، وأخبار أبي بكر بأن ببطن زوجته أنثى، وأخبار عمر بمن يخرج من ولده فيكون عادلاً. وقصة صاحب موسى في علمه بحال الغلام، والقدرة مثل قصة الذي عنده علم من الكتاب. وقصة أهل الكهف، وقصة مريم، وقصة خالد بن الوليد وسفينة مولى رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي مسلم الخولاني، وأشياء يطول شرحها. فإن تعداد هذا مثل المطر. وإنما الغرض التمثيل بالشيء الذي سمعه أكثر الناس. وأما القدرة التي لم تتعلق بفعله فمثل نصر الله لمن ينصره وإهلاكه لمن يشتمه.

اور جہاں تک معجزات غیر انبیاء کے علم و کشف کے باب میں ہے تو اس کی مثال ساریہ کا عمر والا قصہ ہے — ان قصوں کی تعداد اس قدر ہے جیسے بارش

اپنی دوسری کتابوں النبوات، قاعدة عظيمة في الفرق بين عبادات أهل الإسلام والإيمان وعبادات أهل الشرك والنفاق، الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان، منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة القدرية   میں ابن تیمیہ نے اس کا کئی بار اس قصہ کا ذکر کشف کی دلیل کے طور پر   کیا

بلکہ دقائق التفسير الجامع لتفسير ابن تيمية میں وضاحت کرتے ہیں

وَعمر رَضِي لما نَادَى يَا سَارِيَة الْجَبَل قَالَ إِن لله جُنُودا يبلغون صوتي وجنود الله هم من الْمَلَائِكَة وَمن صالحي الْجِنّ فجنود الله بلغُوا صَوت عمر إِلَى سَارِيَة وَهُوَ أنهم نادوه بِمثل صَوت عمر

اور عمر نے جب ساریہ کو پہاڑ کی ندا کی تو کہا اللہ کے لشکر ہیں جو میری آواز لے کر جاتے ہیں اور اللہ کے لشکر فرشتے ہیں اور نیک جنات پس اللہ کے لشکروں نے عمر کی آواز ساریہ تک پہنچائی اور وہ ان کو آواز دیتے تھے عمر کی آواز کی طرح

اب کوئی پیر اپنے مریدوں کو یہ کہے کہ میری آواز مدینہ میں جاتی ہے اور رسول اللہ پر صلوہ و سلام لوگ وہاں سنتے ہیں تو اس کو رد کرنے کی سلفیوں کے پاس کیا دلیل ہے

ابن تیمیہ اپنی زہد پر کتاب الزهد والورع والعبادة میں لکھتے ہیں

قد نوه بِذكرِهِ وأعلنه فِي الْمَلأ الْأَعْلَى مَا بَين خلق جَسَد آدم وَنفخ الرّوح فيه كَمَا فِي حَدِيث ميسرَة الْفجْر قَالَ قلت يَا رَسُول الله مَتى كنت نَبيا وَفِي رِوَايَة مَتى كتبت نَبيا فَقَالَ وآدَم بَين الرّوح والجسد رَوَاهُ أَحْمد

اور بے شک رسول الله کو الْمَلأ الْأَعْلَى میں بلند (مقام دیا گیا) جسد آدم کی تخلیق اور اس میں نفخ روح سے بھی پہلے جیسا حَدِيث ميسرَة الْفجْر میں ہے کہ میں نے رسول الله سے پوچھا آپ کب نبی ہوئے بولے جب آدم روح و جسد کے بیچ تھے احمد نے روایت کیا

آج اس روایت کو تصوف کی ہر کتاب میں لکھا جاتا ہے

ابن قیم کتاب مدارج السالكين بين منازل إياك نعبد وإياك نستعين میں کشف رحمائی کی بہت سی مثالیں دیتے ہیں

هُوَ مِثْلُ كَشْفِ أَبِي بَكْرٍ لَمَّا قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: إِنَّ امْرَأَتَهُ حَامِلٌ بِأُنْثَى، وَكَشْفِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا قَالَ: يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ، وَأَضْعَافُ هَذَا مِنْ كَشْفِ أَوْلِيَاءِ الرَّحْمَنِ.

اور کشف رحمانی کی مثال ابو بکر کا کشف ہے جب انہوں نے عائشہ کے لئے کہا کہ میری بیوی کو ایک لڑکی کا حمل ہوا اور کشف عمر اس کی مثال ہے جب انہوں نے اے ساریہ پہاڑ کہا اور یہ تمام کشف رحمان کی مثال ہیں

اب اگر کوئی پیر یہ دعوی کرے کہ میں ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے یہ بھی بیا سکتا ہوں تو سلفی حضرات کیا کہیں گے

الغرض قصے کہانیاں اس قدر پھل گئیں کہ ان کی تحقیق مفقود ہوئی اور عقیدے خراب ہوئے چاہے سلفی ہوں یا غیر سلفی

ایسی ہی زہد کی کتب سے تبلیغی نصاب لکھا گیا اور آج غیر مقلدین اس پر جرح کرتے ہیں - سچ ہے اندھے کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا

باب ۲ : تصوف کی جڑ

ابراہیمی ادیان میں تصوف کی جڑ حیات فی القبر ہے - قبر سے فیض لینا پریکٹیکل تصوف ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب صاحب سلوک اس کی منازل طے کرے اور نیکوکار ہو لہذا تصوف کے بنیادی عقائد میں سے ہیں

اول ارواح عالم ارض و سما میں سفر کرتی ہیں

دوم مردے سنتے ہیں

سوم مردے کلام بھی کر سکتے ہیں

چہارم مردوں سے فیض لیا جا سکتا ہے یعنی ان کو وسیلہ بنا سکتے ہیں چونکہ ان کی ارواح عرش تک جاتی ہیں

تصوف کے شجر کی جڑیں اصلا ارواح سے متعلق عجیب و غریب عقیدہ میں تھیں کہ حالت نیند میں روح کہیں بھی جا سکتی ہے - چھٹی صدی اسلامی ہجری کے اختتام تک یہ عقائد پھیل چکے تھے اور آٹھویں صدی تک ان عقائد کو قبولیت عام مل چکی تھی اگرچہ بعض احناف متقدمین سماع الموتی کے یکسر خلاف تھے کیونکہ یہ نہ قرآن میں ہے نہ رائےسے اس عقیدہ تک پہنچا جا سکتا ہے - دوسری طرف اہل رائے کے مخالف جو روایت پسند تھے انہوں نے فقہ کے بعد فضائل میں اور عقائد میں بھی ضعیف روایات کو داخل کر دیا تھا

انسانی روح کہیں بھی جا سکتی ہے؟

إس قول کو سب سے پہلے مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الله بن عمرو رضی الله عنہ سے منسوب کیا گیا

غُنْدَرٌ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: «الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، فَإِذَا مَاتَ الْمُؤْمِنُ يُخْلَى بِهِ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ»

دنیا مومن کا قید خانہ او رکافر کی بہشت ہے۔ جب مومن مرتاہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے

اس کی سند میں يَحْيَى بْنِ قَمْطَةَ کو ابن حبان اور عجلی نے ثقہ قرار دیا ہے

كتاب كشف الخفاء ومزيل الإلباس از إسماعيل بن محمد بن عبد الهادي الجراحي العجلوني الدمشقي، أبو الفداء (المتوفى: 1162هـ) میں روایت "الدنيا سجن المؤمن، وجنة الكافر کی بحث میں العجلوني لکھتے ہیں حدیث میں ہے

فإذا مات المؤمن تخلى سربه يسرح حيث شاء

جب مسلما ن مرتا ہے اُس کی راہ کھول دی جاتی ہے، جہاں چاہے جائے۔

انہی الفاظ کا ذکر فتاوی رضویہ میں ہے

وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنيا جنة الكافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حين تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منہ فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا١[1]۔ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة لکافر فاذا مات المومن یخلی سربہ یسرح حیث شاء

اور یہ روایت امام ابن مبارك کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشك دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے توا س کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتاا ور بافراغت چلتا پھرتا ہے۔(اور روایت ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں۔ ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ او رکافر کی بہشت ہے۔ جب مسلمان مرتاہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

http://www.dawateislami.net/bookslibrary/1454/page/722

مسلک پرست غیر مقلدین کے اصول پر موقوف صحابی بھی قابل قبول ہے اور اس سے دلیل بنتی ہے مومن کی روح عالم میں اڑتی پھرتی ہیں لہذا ابن قیم کتاب الروح میں خواب مین ارواح کی ملاقات والی روایات پر کہتے ہیں

فَفِي هَذَا الحَدِيث بَيَان سرعَة انْتِقَال أَرْوَاحهم من الْعَرْش إِلَى الثرى ثمَّ انتقالها من الثرى إِلَى مَكَانهَا وَلِهَذَا قَالَ مَالك وَغَيره من الْأَئِمَّة أَن الرّوح مُرْسلَة تذْهب حَيْثُ شَاءَت

ان احادیث میں ارواح کا عرش سے الثرى تک جانے میں سرعت کا ذکر ہے پھر الثرى سے اس روح کے مکان تک جانے کا ذکر ہے اور اسی وجہ سے امام مالک اور دیگر ائمہ کہتے ہیں کہ چھوڑی جانے والے روح جہاں جانا چاہتی ہے جاتی ہے

ارواح قدسیہ عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور تمام عالم شہود ہوتا ہے؟

كتاب فيض القدير شرح الجامع الصغير از المناوي القاهري (المتوفى: 1031هـ) کے مطابق

قوله (وصلوا علي وسلموا فإن صلاتكم تبلغني حيثما كنتم) أي لا تتكلفوا المعاودة إلي فقد استغنيتم بالصلاة علي لأن النفوس القدسية إذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت واتصلت بالملأ الأعلى ولم يبق لها حجاب فترى الكل كالمشاهد بنفسها أو بإخبار الملك لها وفيه سر يطلع عليه من يسر له.

اپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے جہاں کہیں بھی تم ہو یعنی .. تم جو درود کہتے ہو مجھ پر تو بے شک نفوس قدسیہ (پاک جانیں) جب بدن کے عَلاقوں سے جدا ہوتی ہیں ، یہ ارواح بلند ہوتی ہیں اور عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا اور سب کچھ خود دیکھتی ہیں یا بادشاہت کی خبریں پاتی ہیں اور اس میں راز ہے جس کی اطلاع وہ پاتے ہیں جو کھوج کریں

اب کچھ شبہات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں التباس غیر مقلدین پیدا کرتے ہیں

شبہ نمبر١ : سلف کہتے تھے قبور انبیاء سے فیض نہیں لیا جا سکتا

قبور انبیاء سے فیض لینے کے عقیدہ کو امام ابن کثیر نے بھی اپنی کتب میں بیان کیا ہے اس حوالے سے تفسیر ابن کثیر کا ایک متن پیش کیا جاتا ہے

وقد شرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لأمتہ: إذا سلموا علی اہل القبور ان یسلموا علیہم سلام من یخاطبونہ، فیقول المسلم: السلام علیکم دار قوم مؤمنین، وہذا خطاب لمن یسمع ویعقل، ولولا ذلک لکان ہذا الخطاب منزلۃ خطاب المعدوم والجماد، والسلف مجمعون علی ہذا وقد تواترت الآثار عنہم بأن المیت یعرف زیارۃ الحی لہ ویستبشر بہ.

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب وہ قبروں والوں کو سلام کہیں تو "انہیں اسی طرح سلام کہیں جس طرح اپنے مخاطبین کو سلام کہتے ہیں۔ چنانچہ سلام کہنے والا یہ کہے: اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ "اے مومنوں کے گھروں (قبروں) میں رہنے والو! تم پر سلامتی ہو۔" سلام کا یہ انداز ان لوگوں سے اختیار کیا جاتا ہے جو سنتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر یہ سلام مخاطب کو کہا جانے والا سلام نہ ہوتا تو پھر مردوں کو سلام کہنا معدوم اور جمادات کو سلام کہنے جیسا ہوتا۔ سلف صالحین کا اس بات پر اجماع ہے۔ ان سے متواتر آثار مروی ہیں کہ میت، قبر پر آنے والے زندہ لوگوں کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔

[تفسير ابن كثير : 6/325، بتحقيق سامي بن محمد سلامة، طبع دار طيبة للنشر والتوزيع]

غیر مقلد عالم ابو یحیی نور پوری کے بقول یہ عبارت الحاقی ہے- مضمون مردے سنتے ہیں لیکن، میں لکھتے ہیں

تفسیر ابن کشیر کی یہ عبارت الحاقی ہے جو کہ کسی ایسے ناقص نسخے سے لی گئی ہے جس کا ناسخ نامعلوم ہے، لہذا اس کا کوئی اعتبار ہیں۔ اگر ثابت بھی ہو جائے تو اس پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں، لہذا یہ عبارت ناقابل استدال والتفات ہے۔

: ڈاکٹر اسماعیل عبدالعال تفسیر ابن کثیر کے نسخوں کے بارے میں کہتے ہیں ◈

وأرى من الواجب على من يتصدى لتحقيق تفسير ابن كثير تحقيقا علميا دقيقا، سيما من المآخذ، أن لا يعتمد على نسخة واحدة، بل عليه أن يجمع كل النسخ المخطوطة والمطبوعة، ويوازن بينها مع إثبات الزيادة والنقص، والتحريف والتصحيف.

”جو شخص تفسیر ابن کثیر کی دقیق اور علمی تحقیق کرنا چاہے، خصوصاً مختلف مآخذ کو مدنظر رکھتے ہوئے، تو میرے خیال میں اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی ایک نسخے پر اعتماد نہ کر بیٹھے، بلکہ وہ تمام مخطوط اور مطبوع نسخوں کو جمع کرے، پھر زیادت و نقص اور تحریف و تصحیف کو سامنے رکھتے ہوئے سب نسخوں کا موازنہ کرے۔“ [ابن کثیر و منھجہ فی التفسیر، ص : 128]

★پھر تفسیر ابن کثیر جو سامی بن محمد سلامہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے، جس کا حوالہ بھی اوپر مذکور ہے، اس میں محقق نے پندرہ نسخوں کو مدنظر رکھا ہے۔ مذکورہ عبارت لکھنے کے بعد محقق لکھتے ہیں : زيادة منْ ت، أيعنی یہ عبارت نسخہ المحمدیۃ جو ترکی میں ہے، میں مذکور ہے۔ اس نسخے کا ناسخ (لکھنے والا) نامعلوم ہے۔ نیز یہ عبارت نسخہ ولي الله بن جار اللہ میں موجود ہے۔ اس کا ناسخ علی بن یعقوب جو کہ ابن المخلص کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔ یوں یہ دونوں نسخے قابل اعتماد نہ ہوئے۔

تفسیر ابن کثیر جو پانچ محققین کی تحقیق کے ساتھ پندرہ جلدوں میں شائع ہوئی ہے، اس کی پہلی طبع نسخہ أزهرية اور نسخہ دارالکتب کے تقابل کے ساتھ چھپی ہے۔ اس میں یہ عبارت نہیں ہے۔ یہ بات بھی اس عبارت کے مشکوک ہونے کی واضح دلیل ہے۔

راقم کہتا ہے کاش ایسا ہی ہوتا لیکن اب مزید دیکھیں کہ ابن کثیر نے نہ صرف تفسیر لکھی بلکہ دیگر کتب بھی لکھی ہیں

ابن کثیر اپنی کتاب : البداية والنهاية ج ۷ ص ۹۱ اور ۹۲ میں روایت نقل کرتے ہیں

وَقَالَ الْحَافِظُ أَبُو بَكْرٍ الْبَيْهَقِيُّ: أَخْبَرَنَا أَبُو نَصْرِ بْنُ قَتَادَةَ وَأَبُو بكر الفارسي قالا: حدثنا أبو عمر بْنُ مَطَرٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَلِي الذُّهْلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِك قال: أصاب الناس قحط فِي زمن عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ اللَّهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي المنام فقال: ايت عمر فأقرِه منى السلام وأخبرهم أنهم مسقون، وقل له عليك بالكيس الْكَيْس. فَأَتَى الرَّجُلُ فَأَخْبَرَ عُمَرَ فَقَالَ: يَا رب ما آلوا إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ.

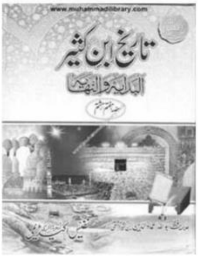

البدایہ والنہایہ: جلد ہفتم — ۱۲۶ — ۱۸ھ میں رونما ہونے والے حالات وواقعات کے بارے میں

حافظ ابوبکر بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ابونصر بن قتادہ اور ابوبکر فارسی نے ہمیں بتایا کہ ابوعمر بن مطر نے ہم سے بیان کیا کہ ابراہیم بن علی ذہلی نے ہم سے بیان کیا کہ یحییٰ بن یحییٰ نے ہم سے بیان کیا کہ ابومعاویہ نے عن اعمش عن ابی صالح عن مالک ہم سے بیان کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں کو قحط نے آلیا تو ایک شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس آ کر کہا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے اللہ سے بارش طلب کیجیے' وہ تو ہلاک ہو چکے ہیں' پس خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور فرمایا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں میرا اسلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ وہ سیراب کیے جائیں گے اور انہیں کہنا کہ عقل مندی اختیار کرو' اس شخص نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تو آپ نے فرمایا: اے اللہ میں اسی کام میں کوتاہی کرتا ہوں جس سے میں عاجز آ جاتا ہوں' اور یہ اسناد صحیح ہے۔

إس كي سند ضعيف ہے اعمش مدلس عن سے روایت کر رہا ہے جبکہ امام مالک سے عمر رضی اللہ عنہ تک سند نہیں ہے ابو صالح غیر واضح ہے افسوس ابن کثیر اتنی علتوں کے باوجود اس کو صحیح کہتے ہیں جبکہ قبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سننا ثابت نہیں

لہذا ابن کثیر کی بد عقیدگی کی نشانی ہے

شبہ نمبر ۲ : سلف کہتے تھے مردے نہیں بولتے

مردے نہیں بولتے پر ابو یحیی نور پوری مضمون "مردے سنتے ہیں لیکن" میں لکھتے ہیں

عہد فاروقی میں ایک نوجوان تھا۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے۔ دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا۔ راہ میں ایک عورت کا مکان تھا۔ وہ اس پر عاشق ہو گئی۔ ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی مگر جوان نہیں دیکھتا تھا۔ ایک رات قدم نے لغزش کی، ساتھ ہو لیا۔ دروازے تک گیا۔ جب اندر جانا چاہا، اللہ تعالی یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی : ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا

هُم مُّبْصِرُونَ﴾ آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر پھینک دیا۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی۔ دیکھنے نکلا۔ دروازے پر بے ہوش پڑا پایا۔ گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا۔ رات گئے ہوش آئی۔ باپ نے حال پوچھا: کہا: خیریت ہے۔ کہا: بتا دے۔ ناچار قصہ بیان کیا۔ باپ بولا: جان پدر ! وہ آیت کون سی ہے ؟ جوان نے پھر پڑھی۔ پڑھتے ہی غش آیا۔ حرکت دی، مردہ حالت میں پایا۔ رات ہی نہلا کر کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المؤمنين سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر پائی۔ باپ سے تعزیت کی اور خبر نہ دے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی : اے امیر المؤمنين ! رات تھی۔ پھر امیر المؤمنين ساتھیوں کو لے کر قبر پر گئے۔ فقال عمر : يا فلان ! ولمن خاف مقام ربه جنتان . فأجابه الفتي من داخل القبر : يا عمر قد أعطانيهما ربي يا عمر ! ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اے فلاں ! جو شخص اپنے رب کے سامنے جوابدہی سے ڈر جائے، اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا : اے عمر ! اللہ تعالی نے وہ دونوں جنتیں مجھے عنایت فرما دی ہیں۔ [ذم الهوي لابن الجوزي : 252-253، تاريخ دمشق لابن عساکر : 45/450]

: تبصرہ

: ★اس واقعہ کی سند باطل ہے، کیونکہ

: اس میں یحیی بن ایوب غافقی مصری (م : 168ھ) کہتے ہیں

. . . سمعت من يذكر انهٗ كان في زمن عمر

“میں نے ایک بیان کرنے والے کو سنا کہ عہد فاروقی میں۔۔۔”

یوں یہ سند سخت ”معضل“ ہے۔ نہ جانے وہ قصہ گو کون تھا اور اس نے کہاں سے یہ حکایات سنی تھی ؟

:★ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے ایک قول کی سند بیان کرتے ہوئے کہا

. . . سمعت بعض أصحاب عبد الله (ابن المبارك)

میں نے امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کو یہ بیان کرتے ہوئے ” سنا۔۔“ [مقدمة صحيح مسلم : 19]

: ★ تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے

: ★ حافظ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) کہتے ہیں

. سمعت بعض أصحاب عبد الله، هذا مجهول، ولا يصح الاحتجاج به

امام اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارک کے ایک شاگرد ” کو سنا ہے۔ یہ شاگرد مجہول ہے اور اس سند سے دلیل لینا صحیح نہیں۔“] شرح صحیح مسلم : 19]

مبہم اور نامعلوم لوگوں کی روایات پر اپنے عقائد و اعمال کی بنیاد رکھنا جائز نہیں۔

راقم کہتا ہے نور پوری کی بات صحیح ہے - افسوس عبد الوہاب النجدی کے نزدیک نورپوری ایک جاہل ہیں

عبد الوہاب النجدی نہ صرف سماع الموتی کے قائل تھے وہ مردوں کے کلام کے بھی قائل تھے اپنی کتاب احکام تمنی الموت میں لکھتے ہیں اور ترجمہ بریلوی عالم کرتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک صالح نوجوان عبادت گزار تھا اور اکثر وقت مسجد میں رہا کرتا تھا حضرت عمر اس کو بہت پسند کیا کرتے تھے، اس کے گھر کے راستے میں ایک عورت کا مکان تھا، وہ اس نوجوان پر فریفتہ ہوگئی، وہ نوجوان جب گھر سے باہر جاتا تو وہ عورت اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی، پس ایک رات جب وہ گزرا تو اس عورت نے نوجوان کو گناہ کی طرف پھسلایا، یہاں تک کہ وہ اس کے پیچھے چل پڑا، جب مکان کے دروازہ میں داخل ہونے لگا تو اس سے غفلت کا پردہ اٹھ گیا اور قرآن کی ایک آیت اس کی زبان پر جاری ہوگئی، جس کی وجہ سے وہ غش کھا کر گر پڑا، اس عورت نے اپنی لونڈی کے ساتھ مل کر اسے اٹھایا اور نوجوان کے گھر کے دروازہ پر رکھ آئیں، جب وہ نوجوان کافی دیر گھر نہ آیا تو اس کا باپ تلاش میں گھر سے باہر نکلا، دیکھا تو بیٹا بے ہوش پڑا تھا، وہ گھر والوں کی مدد سے اسے اٹھا کر گھر لے گیا، کچھ دیر بعد جب اسے ہوش آیا تو باپ نے پوچھا بیٹا! تیرے ساتھ کیا گزری؟ نوجوان نے سارا واقعہ بیان کیا، باپ نے پوچھا بیٹا اس وقت تجھے کون سی آیت یاد آگئی تھی؟ اس نے وہی آیت پڑھی اور بے ہوش ہوگیا، لوگوں نے اسے ہلایا وہ فوت ہو چکا تھا، گھر والوں نے اسے غسل دے کر رات ہی کو دفنا دیا، صبح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ اس نوجوان کے والد کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا تم نے مجھے رات ہی اطلاع کیوں نہ دی؟ نوجوان کے والد نے عرض کیا حضور رات کا وقت تھا اس لئے اطلاع نہ دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس کی قبر پر لے چلو، آپ نے اس نوجوان کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا اے نوجوان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو جنتیں ہیں ہتو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا کہ ہاں مجھے میرے رب نے دو جنتیں

أحكام تمني الموت

تأليف شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب

رحمه الله

صححه وقابله على النسخة المصورة ٧٧١/ ٨٦
بالمكتبة السعودية بالرياض

الشيخ عبد الرحمن بن محمد السدحان و الشيخ عبد الله بن عبد الرحمن الجبرين

وأخرج ابن عساكر من طريق أبي صالح — كاتب الليث — عن يحيى ابن أيوب الخزاعي قال : سمعت من يذكر أنه كان في زمن عمر بن الخطاب شاب متعبد ، قد لزم المسجد ، وكان عمر به معجباً ، وكان له أب شيخ كبير ، فكان إذا صلى العتمة انصرف إلى أبيه ، وكان طريقه على باب امرأة ، فافتتنت به ، وكانت تنصب نفسها له على طريقه ، فمر بها ذات

مسّهم طائف من الشيطان تذكروا فإذا هم مبصرون) (١) فخر الفتى مغشياً عليه ، فدعت المرأة جارية لها فتعاونتا عليه ، فحملتاه إلى بابه واحتبس على أبيه ، فخرج أبوه يطلبه ، فإذا هو على الباب مغشياً عليه ، فدعا بعض أهله فحملوه فأدخلوه ، فما أفاق حتى ذهب من الليل ما شاء الله ، فقال له أبوه : مالك يا بني ؟ قال : خير ، قال : فإني أسألك ، فأخبره بالأمر ، قال : أي بني ، وأي آية قرأت ؟ فقرأ الآية التي كان قرأ ، فخر مغشياً عليه ، فحركوه فإذا هو ميت فغسلوه ، وأخرجوه ودفنوه ليلاً ، فلما أصبحوا رفع ذلك إلى عمر ، فجاء عمر إلى أبيه ، فعزاه به ، وقال : ألا آذنتني ؟ قال : يا أمير المؤمنين كان ليلاً ، قال عمر : فاذهبوا بنا إلى قبره . فأتى عمر ومن معه القبر ، فقال عمر : يا فلان : (ولمن خاف مقام ربه جنتان)(٢) ، فأجابه الفتى من داخل القبر : ياعمر قد أعطانيهما ربي في الجنة . مرتين ، وأخرج البيهقي وغيره عن أبي عثمان النهدي عن ابن مينا قال : دخلت الجبان ، فصليت ركعتين خفيفتين ، ثم اضطجعت إلى قبر ، فوالله إني لنبهان إذ سمعت قائلا في القبر يقول : قم ، فقد آذيتني ، أنتم تعملون ولا تعلمون ، ونحن نعلم ولا نعمل ، فوالله لأن أكون صليت مثل ركعتيك أحب إليّ من الدنيا وما فيها .

تاریخ دمشق میں ابن عساکر نے عمرو بن جامع بن عمرو بن محمد بن حرب أبو الحسن الكوفي کے ترجمہ میں اس روایت کو پیش کیا ہے

سند میں یحيى بن أيوب الخزاعي مجھول ہے جو عمر رضی الله عنہ کا دور کسی مجھول سے نقل کر رہا ہے جس کا اس نے نام تک نہیں لیا

حیرت ہے کہ اس قسم کی بے سر و پا روایات النجدی لکھتے ہیں اور دو دو عالم تحقیق میں شامل ہونے کے باوجود ایک بار بھی نہیں کہتے کہ یہ منقطع روایت ہے مجہولوں کی روایت کردہ ہے

شبہ نمبر ٣ : سلف کہتے تھے مردے نہیں سنتے

ابن تیمیہ فتاوی الکبری ج ٣ ص ٤١٢ میں لکھتے ہیں

فَهَذِه النُّصُوصُ وَأَمْثَالُهَا تُبَيِّنُ أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ فِي الْجُمْلَةِ كَلَامَ الْحَيِّ وَلَا يَجِبُ أَنْ يَكُونَ السَّمْعُ لَهُ دَائِمًا ، بَلْ قَدْ يَسْمَعُ فِي حَالٍ دُونَ حَالٍ كَمَا قَدْ يُعْرَضُ لِلْحَيِّ فَإِنَّهُ قَدْ يَسْمَعُ أَحْيَانًا خِطَابَ مَنْ يُخَاطِبُهُ ، وَقَدْ لَا يَسْمَعُ لِعَارِضٍ يَعْرِضُ لَهُ ، وَهَذَا السَّمْعُ سَمْعُ إدْرَاكٍ ، لَيْسَ يَتَرَتَّبُ عَلَيْهِ جَزَاءٌ ، وَلَا هُوَ السَّمْعُ الْمَنْفِيُّ بِقَوْلِهِ : { إنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى } فَإِنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ سَمْعُ الْقُبُورِ وَالِامْتِثَالِ

پس یہ نصوص اور اس طرح کی امثال واضح کرتی ہیں کہ بے شک میّت زندہ کا کلام سنتی ہے اور یہ واجب نہیں آتا کہ یہ سننا دائمی ہو بلکہ یہ سنتی ہے حسب حال جیسے زندہ سے پیش اتا ہے پس بے شک کبھی کبھی یہ سنتی ہے مخاطب کرنے والے کا خطا ب، . . اور یہ سنا ادرک کے ساتھ ہے اور یہ سننا الله کے قول { إنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى} کے منافی نہیں جس سے مراد قبروں اور الِامْتِثَالِ (تمثیلوں) کاسننا ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوى ج ٤ ص ٢٧٣ پر لکھتے ہیں

أَمَّا سُؤَالُ السَّائِلِ هَلْ يَتَكَلَّمُ الْمَيِّتُ فِي قَبْرِهِ فَجَوَابُهُ أَنَّهُ يَتَكَلَّمُ وَقَدْ يَسْمَعُ أَيْضًا مَنْ كَلَّمَهُ؛ كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إنَّهُمْ يَسْمَعُونَ قَرْعَ نِعَالِهِمْ

اور سائل کا سوال کہ کیا میت قبر میں کلام کرتی ہے؟ پس اس کا جواب ہے بے شک وہ بولتی ہے اور سنتی ہے جو اس سے کلام کرے ، جیسا صحیح میں نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے مروی ہے کہ بے شک وہ جوتوں کی چآپ سنتی ہے

ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳٤۹ پر لکھتے ہیں

وَقَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ وَغَيْرِهِمَا أَنَّ الْمَيِّتَ يَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِهِمْ إذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ فَهَذَا مُوَافِقٌ لِهَذَا فَكَيْفَ يَدْفَعُ ذَلِكَ ؟ وَمِنْ الْعُلَمَاءِ مَنْ قَالَ : إنَّ الْمَيِّتَ فِي قَبْرِهِ لَا يَسْمَعُ مَا دَامَ مَيِّتًا كَمَا قَالَتْ عَائِشَةُ

اور بے شک صحیحین سے یہ ثابت ہے اور دیگر کتب سے بے شک میت جوتوں کی چاپ سنتی ہے جب دفنانے والے پلٹتے ہیں پس یہ موافق ہے اس (سننے) سے لہذا اس کو کیسے رد کریں؟ اور ایسے علماء بھی ہیں جو کہتے ہیں : بے شک میت قبر میں نہیں سنتی جب تک کہ وہ مردہ ہے جیسے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالی عنہا) نے کہا

البانی الایات البینات از نعمان الالوسی میں تعلیق میں لکھتے ہیں

وأما حديث " من صلى علي عند قبري سمعته ومن صلى علي نائيا أبلغته " فهو موضوع كما قال شيخ الإسلام ابن تيمية في " مجموع الفتاوى " (27 / 241) وقد خرجته في " الضعيفة " (203) . ولم أجد دليلا على سماعه صلى الله عليه وسلم سلام من سلم عند قبره وحديث أبي داود ليس صريحا في ذلك فلا أدري من أين أخذ ابن تيمية قوله (27 / 384) : أنه صلى الله عليه وسلم يسمع السلام من القريب

اور جہاں تک حدیث جس نے میری قبر پر درود پڑھا اس کو میں سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے کا تعلق ہے تو پس وہ گھڑی ہوئی ہے جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مجموع الفتاوی " (27 / 241) میں کہا اور اس کی تخریج میں نے الضعیفة " (203) میں کی اور مجھے اس کی دلیل نہیں ملی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس پڑھے جانے والا درود و سلام سنتے ہیں اور ابو داود کی حدیث اس میں واضح نہیں اور نہیں معلوم کہ ابن تیمیہ نے کہاں سے پکڑ لیا قول (27 / 384) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قریب سے پڑھے جانے والا سلام سنتے ہیں

عصر حاضر میں جب ان عقائد پر ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ نے تیشہ چلایا تو نصرت ائمہ کی خاطر علماء کی وہ جماعت جو فکری انتشار کا شکار ہیں انہوں نے انہی شخصیات کا دفاع کرنے کی ٹھانی لیکن چلتے چلتے اس کا اقرار کیا کہ امام ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شاہ ولی اللہ کے قلم سے تصوف کے شجر کی آبیاری ہوتی رہی ہے

غیر مقلد عالم عبد الرحمان کیلانی مضمون روح عذاب قبر اور سماع الموتی میں
لکھتے ہیں

مستفسر نے جناب محمد احسان الحق صاحب نے یہ سوال بھی (سوال ۵) کیا تھا کہ "کتاب الروح (ابن القیم) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ تو جواباً عرض ہے کہ امام ابن قیم اور ان کے استاد جناب امام ابن تیمیہؒ دونوں بزرگ نہ صرف یہ کہ سماع موتی کے قائل تھے بلکہ اسی طبقہ صوفیاء سے تعلق رکھتے تھے. جنھوں نے اس مسئلہ کو اچھالا اور ضعیف اور موضوع احادیث کا سہارا لے کر اس مسئلہ کو علی الاطلاق ثابت کرنا چاہا ہے. امام ابن تیمیہؒ اور امام قیم دونوں صاحب کشف و کرامات

۵۶

بھی تھے. اور دونوں بزرگوں نے تصوف و سلوک پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں. اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اگر اس طبقہ کے شکنجے سے قبر اور سماع موتی کے مسئلہ کو کھینچ لیا جائے تو ان کے پاس باقی رہ کیا جاتا ہے؟

اسی طرح کے ایک تیسرے بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب ہیں. یہ تینوں بزرگ جب شرک و بدعات کی تردید پر قلم اٹھاتے ہیں، تو جی عش عش کر اٹھتا ہے. اور ہم دل و جان سے ان کی دینی خدمات کے معترف ہو جاتے ہیں. لیکن جب یہ زیارات قبور کے آداب اور کشف کے طریق بتلاتے ہیں تو نہیں سوچتے کہ آیا قبروں اور مزارات کے وجود کا بھی کوئی جواز ہے یا نہیں یا قبروں پر اس غرض سے بیٹھنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ مردوں کو سنانا اور ان سے سننا تو دور کی باتیں ہیں. ان سب باتوں کی کتاب و سنت نے پر زور تردید کر دی ہے.

دوسری طرف علماء کا ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے التباس پیدا کرنے کی راہ اپنائی چانچہ زبیر علی زئی لکھتے ہیں

http://www.tohed.com/2014/09/blog-post_80.html

میرے علم کے مطابق ابن تیمیہ اور ابن القیم رحمہما اللہ کی کتابوں میں شرک اکابر کا کوئی ثبوت نہیں ہے ، تاہم ابن القیم کی ثابت شدہ "کتاب الروح" اور دیگر کتابوں میں ضعیف و مردود روایات ضرور موجود ہیں۔ یہ دونوں حضرات مردوں سے مدد مانگنے کے قائل نہیں تھے ، رہا مسئلہ سماع موتی کا تو یہ سلف صالحین کے درمیان مختلف فیہا مسئلہ ہے ،اسے کفر و شرک سمجھنا غلط ہے

سوال یہ ہے کہ اگر یہ مسئلہ کفر و شرک کا نہیں تو اس پھر علمی ذوق کی تسکین کے لئے کیا مردے سنتے ہیں کیوں لکھی گئی – اس مسئلہ پر تو پر بحث ہی بےکار ہے- اسی قبیل کے ایک دوسرے عالم   خواجہ محمد قاسم کی بھی یہی رائے ہے کہ سماع الموتی کا مسئلہ شرک کا چور دروازہ نہیں وہ کتاب کراچی کا عثمانی مذہب میں لکھتے ہیں

سماع موتی اور شرک :۔ میں نہیں سمجھتا سماع موتی کا شرک سے کیا تعلق ہے جب کہ سارا عالم سنتا ہے انسان سنتے ہیں جن سنتے ہیں فرشتے سنتے ہیں، جانور سنتے ہیں اور اس سے شرک لازم نہیں آتا تو اگر ضعیف حدیثوں سے استدلال کر کے یا مخصوص حدیثوں کو عام کر کے کوئی بزرگ میت کے سلام وغیرہ سننے کا قائل ہو ہی جائے تو شرک کہاں سے لازم آگیا اور اس پر جہنم کی آگ کیسے فرض ہو گئی ؟ اگر اربوں کھربوں زندوں کی سماعت سے توحید کی نفی نہیں ہوتی تو مُردوں کی سماعت سے توحید کی نفی کیسے ہو جائے گی ؟ کیا اللہ تعالیٰ کی توحید صرف مُردوں کے مقابلہ میں ہے ؟ یعنی ایک صفت جو ہم زندہ میں موجود مانتے ہیں اور اس سے ہماری توحید کو صدمہ نہیں پہنچتا ہے وہی محدود سی انسانی صفت اگر کوئی غلطی سے مُردہ میں موجود مان لے تو شرک کہاں سے آٹپکتا ہے۔

مسعود احمد ذہن پرستی میں لکھتے ہیں

ہماری سمجھ سے یہ باہر ہے کہ زندہ کو اگر سمیع مانا جائے تو شرک نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

فَجَعَلْنَاهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا (دھر-۲) ہم نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا۔

لیکن اگر مردہ کو سمیع مان لیا جائے تو شرک ہو جائے گا حالانکہ زندہ ہو یا مردہ محض سمیع ماننے سے شرک لازم نہیں آتا۔ زندہ اور مردہ کی سماعت

۷۴

مقیّد و محدود ہے، اللہ تعالےٰ کی سماعت غیر مقیّد اور لا محدود ہے۔ دونوں میں بیّن فرق ہے۔

مُردے کے سننے یا نہ سننے کے سلسلے میں صحیح اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ "مُردہ انسانوں کی آواز نہ سنتا ہے، نہ سُن سکتا ہے، نہ انسان اُسے سُنا سکتے ہیں البتہ اللہ تعالےٰ جب چاہے اور جو کچھ چاہے مُردہ کو سُنا سکتا ہے اور سُنا دیتا ہے"

یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے بالکل مطابق ہے اور اس میں شرک کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ اس عقیدہ سے ہر حدیث جس کو موصوف نے زبردستی ضعیف کہہ کر ٹال دیا یا جس کی بعید از قیاس تاویل کر دی اپنی اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے۔

سماع الموتی کے قائلین علماء کا دفاع کرتے ہوئے ایک اہل حدیث عالم لکھتے ہیں

صرف اتنی بات ہے: ﴿إِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰ﴾اور ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ﴾ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالی کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔ اللہ تعالی کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے: ﴿إِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآء ﴾ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ، سنادیتا ہے تو اللہ تعالی کے اسماع موتی کا اثبات ہے ، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنا دے ، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالی کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت:﴿إِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآء﴾اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

مسئلہ اللہ کی قدرت کا نہیں اس کے قانون کا ہے ان اہل حدیث عالم کی بات جہاں ختم ہوتی ہے وہیں سے بریلوی مکتب فکر کی بات شروع ہوتی ہے

مردے سنتے ہیں ! یہی تو تصوف کی طرف پہلا قدم ہے- ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا صریح انکار کیا کہ مردے سنتے ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش پر اسماء رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھا تو کہا ارواح اللہ کے پاس ہیں

سننے کے لئے عود روح ضروری سمجھا جاتا ہے لہذا اس سے متعلق البراء بن عازب رضی اللہ عنہ سے منسوب کردہ شیعہ زاذان کی منکر روایت کا دفاع کیا جاتا ہے

شبہ نمبر ٤ : سلف کہتے تھے مردے نہیں دیکھتے

غیر مقلد عالم ابو یحیی نور پوری سوال کا جواب دیتے ہیں کہ مردے نہیں دیکھتے

https://www.youtube.com/watch?v=mCeQVoz26Q0

اگر ان کا بولنا دیکھنا دنیا سے تعلق رکھتا ہے تو ان کے پاس رشتہ دار نئے نئے کپڑے پہن کر جائیں .... عقیدہ صرف سننے کا رکھا جاتا ہے

ابن قیّم کتاب الروح میں لکھتے ہیں

وَالسَّلَف مجمعون على هَذَا وَقد تَوَاتَرَتْ الْآثَار عَنْهُم بِأَن الْمَيِّت يعرف زِيَارَة الْحَيّ لَهُ ويستبشر بِهِ

اور سلف کا اس پر اجماع ہے اور متواتر آثار سے پتا چلتا ہے کہ میّت قبر پر زیارت کے لئے آنے والے کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے

کتاب اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم للإمام ابن تيميه ج ٢ ص ٢٦٢ دار عالم الكتب، بيروت، لبنان میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں

.فأما استماع الميت للأصوات، من القراءة أو غيرها – فحق

.پس میت کا آوازوں کو، جیسے قرات اور دیگر کا سننا حق ہے

ابن تیمیہ مجموع الفتاوى ج ٢٨ ص ١٤٧ میں کہتے ہیں

وَقَالَ: {أَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنْ الصَّلَاةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. فَقَالُوا: كَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْك؟ وَقَدْ أَرَمْت أَيْ بَلِيت. قَالَ إنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ} فَأَخْبَرَ أَنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ مِنْ الْقَرِيبِ وَأَنَّهُ يَبْلُغُهُ ذَلِكَ مِنْ الْبَعِيدِ.

رسول الله نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن درود کہو اور جمعہ کی رات کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے – اصحاب نے کہا اپ پر کیسے پیش ہوتا ہے ؟ جبکہ اپ تو مٹی ہو جائیں گے ؟ فرمایا الله نے زمیں پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے پس اپ صلی الله علیہ وسلم نے خبر دی کہ اس قریب سے کہا جانے والا سلام سنتے ہیں اور دور والا پہنچا دیا جاتا ہے

كتاب فيه اعتقاد الإمام أبي عبدالله احمد بن حنبل – المؤلف : عبد الواحد بن عبد العزيز بن الحارث التميمي الناشر : دار المعرفة – بيروت کے مطابق امام احمد کہتے تھے

كان يقول إن الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون وأن الميت يعلم بزائره يوم الجمعة بعد طلوع الفجر وقبل طلوع الشمس

وہ (امام احمد)کہا کرتے تھے کہ بے شک انبیاء قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور میت زائر کو پہچانتی ہے جمعہ کے دن، فجر کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے

عائشہ رضی اللہ عنہا کے مسلسل پردہ والی روایت سے دلیل لیتے ہوئے تھذیب الکال کے مولف امام المزی کہا کرتے تھے

قال شيخنا الحافظ عماد الدين بن كثير ووجه هذا ما قاله شيخنا الإمام أبو الحجاج المزي أن الشهداء كالأحياء في قبورهم و هذه أرفع درجة فيهم

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے شیخ المزی کہتے ہیں کہ شہداء اپنی قبروں میں زندوں کی طرح ہیں اور یہ ان کا بلند درجہ ہے

الإجابة فيما استدركته عائشة على الصحابة للإمام الزركشي

منصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس البهوتى الحنبلى (المتوفى: 1051هـ) اپنی کتاب كشاف القناع عن متن الإقناع میں لکھتے ہیں

قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّينِ: وَاسْتَفَاضَتْ الْآثَارُ بِمَعْرِفَةِ الْمَيِّتِ بِأَحْوَالِ أَهْلِهِ وَأَصْحَابِهِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَّ ذَلِكَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ وَجَاءَتْ الْآثَارُ بِأَنَّهُ يرى أَيْضًا وَبِأَنَّهُ يَدْرِي بِمَا فُعِلَ عِنْدَهُ وَيُسَرُّ بِمَا كَانَ حَسَنًا وَيَتَأَلَّمُ بِمَا كَانَ قَبِيحًا وَكَانَ أَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُولُ " اللَّهُمَّ إنِّي أَعُوذُ بِك أَنْ أَعْمَلَ عَمَلًا أَخْزَى بِهِ عِنْدَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَوَاحَةَ وَكَانَ ابْنَ عَمِّهِ وَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ عِنْدَ عَائِشَةَ كَانَتْ تَسْتَتِرُ مِنْهُ، وَتَقُولُ " إنَّمَا كَانَ أَبِي وَزَوْجِي فَأَمَّا عُمَرُ فَأَجْنَبِيٌّ " وَيَعْرِفُ الْمَيِّتُ زَائِرَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ قَالَهُ أَحْمَدُ.

ابن تیمیہ کہتے ہیں اور جو اثار ہیں ان سے معلوم ہوتا ہےکہ میت اپنے احوال سے اور دنیا میں اصحاب سے با خبر ہوتی ہے اور اس پر (زندوں کا عمل) پیش ہوتا ہے اور وہ دیکھتی اور جانتی ہے جو کام اس کے پاس ہو اور اس میں سے جو اچھا ہے اس پر خوش ہوتی اور اس میں سے جو برا ہو اس پر الم محسوس کرتی ہے اور ابو الدرداء کہتے تھے اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اس عمل سے جس سے میں عبد الرحمان بن رَوَاحَةَ کے آگے شرمندہ ہوں اور وہ ان کے چچا زاد تھے اور جب عمر

دفن ہوئے تو عائشہ ان سے پردہ کرتیں اور کہتیں کہ یہ تو میرے باپ اور شوہر تھے لیکن عمر تو اجنبی ہیں اور امام احمد کہتے ہیں کہ میت زائر کو جمعہ کے دن طلوع سورج سے پہلے پہچانتی ہے

البهوتی حنابلہ کے مشہور امام ہیں

الغرض ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ علیہ کی بات صحیح ہے کہ سلف امت کے عقائد میں نصوص کی مخالفت تھی اور ان عقائد کو اپنایا گیا جو تھے ہی غلط اور مقصد ان کا حیات فی القبر کا اثبات تھا

حیرت اس امر پر ہے کہ جب غیر مقلدین کے نزدیک بھی یہ عقائد درست نہیں تو پھر ان پر بطل پرستی کیوں طاری ہے ؟

دوغلا پن

ایک اسلامی غیر مقلد فورم والوں کا کہنا ہے کہ سلام پر روح لوٹائے جانے والی روایت حسن ہے[1] لنک اور راوی صحیح مسلم کا ہے لنک[2]

اسی فورم پر یہی عالم کہتے ہیں کہ روایت ضعیف ہے -پہلے کہا گیا تھا کہ ویسے یاد رہے صحیح مسلم کے راوی کو --ضعیف --قرار دینا کوئی مذاق نہیں لیکن بعد میں یہ مذاق زبیر علی زئی سے منسوب کیا گیا ہے[3]

1

2

3

باب ٣ : ابدال – ایک لا یعنی اصطلاح

چھٹی صدی ہجری کی ابتداء میں وفات پانے والی دیلمی کتاب الفردوس بمأثور الخطاب از أبو شجاع الديلمي الهمذاني (المتوفى: 509 هـ) کے مطابق أنس بن مَالك سے مروی ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا

الأبدال أَرْبَعُونَ اثْنَان وَعِشْرُونَ بِالشَّام وَثَمَانِية عشر بالعراق كلما مَاتَ مِنْهُم بدل الله مَكَان أخر فَإِذا جَاءَ الْأَمر قبضوا كلهم

ابدال چالیس ہیں – ٢٨ ان میں شام میں اور ١٢ عراق میں ہیں- ان میں سے جو مرتا ہے تو الله ایک اور سے ان کو بدل دیتا ہے پھر جب (قیامت کا) امر ہو گا سب (کے نفوس) قبض ہو جائیں گے

چھٹی صدی کے آخرمیں وفات پانے والے ابن الجوزی نے ابدال کے نظریہ کو کتاب الموضوعات میں رد کیا – ساتویں صدی کے محدث تقي الدين المعروف بابن الصلاح (المتوفى: 643هـ) فتاوی ابن الصلاح میں فتوی دیتے ہیں

وأما الأبدال فأقوى ما رويناه فيهم قول علي رضي الله عنه إنه بالشام الأبدال، وأيضًا فإثباتهم كالمجمع عليه بين علماء المسلمين وصلحائهم. وأما الأوتاد والنجباء والنقباء فقد ذكرهم بعض مشايخ الطريقة، ولا يثبت ذلك. ولا تزال طائفة من الأمة ظاهرة على الحق إلى أن تقوم الساعة، وهم العلماء

اور جہاں تک ابدال کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں علی رضی الله عنہ کا قول روایت کیا جاتا ہے کہ ابدال شام میں ہیں اور اسی طرح کا اثبات کیا ہے علماء مسلمین نے اور ان کے صالح لوگوں نے اور جہاں تک الأوتاد والنجباء والنقباء کا تعلق ہے تو اس کا ذکر بعض طریقت کے مشائخ نے کیا ہے جو ثابت نہیں ہے اور(حدیث) میری امت کا ایک گروہ حق پر غالب رہے گا یہاں تک قیامت آئے – تو یہ علماء ہیں

ابن تیمیہ نے آٹھویں صدی میں فتوی میں ابدال کے نظریہ میں بھی گنجائش پیدا کی کہ ابدال کی خصوصیت صرف چالیس میں محدود نہیں - کتاب الفرقان بين أولياء الرحمن وأولياء الشيطان میں الأولياء، والأبدال، والنقباء، والنجباء، والأوتاد، والأقطاب پر ابن تیمیہ کہتے ہیں

فليس في ذلك شيء صحيح عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولم ينطق السلف بشيء من هذه الألفاظ إلا بلفظ الأبدال.

اس میں کوئی صحیح حدیث رسول الله صلی الله علیہ وسلم سے نہیں اور سلف سے ان الفاظ پر بات منقول نہیں سوائے ابدال کے لفظ کے

کتاب العقيدة الواسطية: اعتقاد الفرقة الناجية المنصورة إلى قيام الساعة أهل السنة والجماعة میں اہل سنت و الجماعت میں ابن تیمیہ نے ابدال کو بھی ان میں شمار کیا ہے جس سے ظاہر ہے ان کے نزدیک یہ لوگ موجود تھے

ابن تیمیہ کے ہم عصر الذھبی نے کتاب میزان الاعتدال میں انس رضی الله عنہ کی ابدال سے متعلق روایت پر کہا هذا باطل یہ باطل ہے لیکن اپنی تاریخ الاسلام میں جگہ جگہ لوگوں کو ابدال کہہ کر ان کا قد بڑھایا ہے

اگلی صدیوں میں المناوی اور سیوطی نے واپس ابدال کے وجود پر بحث کی اور ثابت کیا کہ یہ پرسرار لوگ موجود ہیں

دیکھتے ہیں ائمہ حدیث کیا کہتے تھے

کتاب سؤالات السلمي للدارقطني کے مطابق دارقطنی کہتے ہیں

سمعتُ أبا بكرِ النَّيسابوريّ يقولُ: سمعتُ أبا موسى الطُّوسيّ يقولُ: سمعتُ أبا بكرِ بنَ زَنْجُويَهْ يقولُ: سمعتُ أحمدَ ابنَ حنبلٍ يقولُ: كان بـ «بغدادَ» رجلٌ من الأبدالِ؛ وهو أبو إسحاقَ النَّيسابوريّ. يريدُ: إبراهيمَ بنَ هانئٍ

أبا بكرِ بنَ زَنْجُوَيَهْ نے احمد بن حنبل کو کہتے سنا کہ بغداد میں ایک شخص أبو إسحاقَ النَّيسابوريّ ہے جو ابدال میں سے ہے اس سے ان کی مراد تھی إبراهيمَ بنَ هانئٍ

علل دارقطنی میں امام دارقطنی کہتے ہیں النَّضْرُ بْنُ كَثِيرٍ السَّعْدِيُّ أَبُو سَهْلٍ کے لئے کہتے ہیں ان کو َ الْأَبْدَالِ کہا جاتا ہے

امام بخاری کتاب تاریخ الکبیر میں فَروَة بْن مُجالِد، مَولَى اللَّخم کے ترجمے میں لکھتے ہیں

وكَانُوا لا يشكون أنه من الأبدال، مُستجاب الدَّعوة. نَسَبَهُ حُجر بْن الحارث.

اور اس میں شک نہیں کہ یہ ابدال تھے ان کی دعائیں قبول ہوتیں اس کی نسبت حجر بن الحارث نے کی

یعنی حجر بن الحارث نے فَروَة بْن مُجالد کو ابدال میں شمار کیا- کتاب الإصابة في تمييز الصحابة از ابن حجر کے مطابق وقَال ابن مندة حديثه مرسل، وهو مجهول ابن مندہ کے بقول یہ ایک مجھول شخص تھے

کتاب الجرح و التعديل از ابن ابی حاتم کے مطابق مندرجہ سات لوگ ابدال تھے

أيوب بن النجار

إدريس بن يحيى الخولاني المصري

الحسن بن علي بن مسلم السكوني

سهل بن مزاحم المروزي

عبد الملك بن عبد العزيز أبو نصر التمار

عبد الرزاق بن عمر الدمشقي العابد

محمد بن عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعي

ابن ابی حاتم نے ان سب کے ترجمہ میں ان کو ابدال قرار دیا ہے

العجلی کتاب الثقات میں الصّعق بن حزن العيشي کو ابدال میں سے لکھتے ہیں

کتاب التاريخ الكبير المعروف بتاريخ ابن أبي خيثمة – السفر الثالث کے مطابق

حَدَّثَنَا يَحْيَى، قال: حدثنا هشام بْن يُوسُف، عَنْ عمْرَان أبي المنديل، عَنِ القاسم بْن ذي خَسْرَوَا الصّنْعَانِيّ، قَالَ: قَالَ لي عَطَاء: تدري مِمَّنْ الأبدال؟ قلت: لا. قَالَ: مِنْ قومك دِنية.

عَطَاء نے القاسم بْن ذي خَسْرَوَا الصّنْعَانِيّ سے پوچھا تم کو پتا ہے ابدال کون ہیں ؟ القاسم بْن ذي خَسْرَوَا الصّنْعَانِيّ نے کہا نہیں – عَطَاء نے کہا یہ لوگوں میں سب سے کم عزت والے ہیں

کتاب الكامل في ضعفاء الرجال از أبو أحمد بن عدي الجرجاني (المتوفى: 365هـ) کے مطابق

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمد بْنِ عَمْرو الخفاف، حَدَّثَنا عَبد الصمد بن الفضل، قَالَ: سَمِعْتُ شهاب بن معمر يقول كان حماد بن سلمة يعد من الابدال وعلامة الابدال ان لا يَولد لهم كان تزوج سبعين امرأة فلم يولد.

عَبد الصمد بن الفضل کہتے ہیں انہوں نے شهاب بن معمر کو کہتے سنا حماد بن سلمہ کو ابدال میں شمار کیا جاتا ہے اور ابدال کی علامت ہے کہ ان کی اولاد نہیں ہوتی چاہے ستر عورتوں سے شادی کریں

عطاء بن عَبد الله کے ترجمے میں ابن عدی لکھتے ہیں

حَدَّثني عُمَر بن الحسن بن نصر، حَدَّثَنا مُؤَمِّلُ بْنُ إِهَابِ، حَدَّثَنا ضمرة، عنِ ابن عطاء، عن أبيه، قالَ: قُلتُ لأبِي يا أبة الأبدال أربعون رجلا؟ قَال: لاَ تقل رجلا إن فيهم نساء .

ابن عطاء نے اپنے باپ عطآ سے پوچھا کہ اے باپ کیا ابدال چالیس مرد ہیں انہوں نے جواب دیا مرد نہ بولو ہو سکتا ہے ان میں عورتیں بھی ہوں

معلوم ہوا کہ ابدال پر محدثین کی کوئی ایک حتمی رائے نہ تھی – ابدال کے وجود کا تصور پھیل رہا تھا لوگوں کو ابدال کہا جاتا تھا لیکن اس کا اصل مفہوم کسی کو پتا نہ تھا – اس لا یعنی اصطلاح کو محدثین اپنی کتب میں نقل کرتے رہے جبکہ وہ اس کے مفہوم سے خود بھی لا علم تھے

باب ۴ : ابدال اور محدثین

صوفیاء کی جانب سے پر اسرار خواص میں سے ابدال کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی بدولت بارش ہوتی ہے زمین کی گردش چلتی ہے اور ان کی تعداد ۳۰ یا ٤٠ بتائی جاتی ہے

فرقہ اہل حدیث کی جانب سے ابدال پر تمام روایات کو رد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں ابدال کا ذکر ہو موضوع ہے – ان کی اس ناقص تحقیق پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ محدثین قرن ثالث ابدال کا ذکر کرتے رہے ہیں یعنی امام ابو داود و امام بخاری و الدارمی و یزید بن ہارون و غیرھم – راقم کے نزدیک یہ محدثین کی غلطیوں میں شمار ہوتا ہے

مستدرک حاکم کی روایت ہے جس میں ابدال کی خبر ہے اور الذھبی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے

أَخْبَرَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ الْعَنَزِيُّ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنْبَأَ نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ، أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ يَزِيدَ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زُرَيْرٍ الْغَافِقِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، يَقُولُ: «سَتَكُونُ فِتْنَةٌ يُحَصَّلُ النَّاسُ مِنْهَا كَمَا يُحَصَّلُ الذَّهَبُ فِي الْمَعْدِنِ، فَلَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ، وَسُبُّوا ظَلَمَتَهُمْ، فَإِنَّ فِيهِمُ الْأَبْدَالَ، وَسَيُرْسِلُ اللَّهُ إِلَيْهِمْ سَيْبًا مِنَ السَّمَاءِ فَيُغْرِقُهُمْ حَتَّى لَوْ قَاتَلَتْهُمُ الثَّعَالِبُ غَلَبَتْهُمْ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللَّهُ عِنْدَ ذَلِكَ رَجُلًا مِنْ عِتْرَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفًا إِنْ قَلُّوا، وَخَمْسَةَ عَشَرَ أَلْفًا إِنْ كَثُرُوا، أَمَارَتُهُمْ أَوْ عَلَامَتُهُمْ أَمِتْ أَمِتْ عَلَى ثَلَاثِ رَايَاتٍ يُقَاتِلُهُمْ أَهْلُ سَبْعِ رَايَاتٍ لَيْسَ مِنْ صَاحِبِ رَايَةٍ إِلَّا وَهُوَ يَطْمَعُ بِالْمُلْكِ، فَيَقْتَتِلُونَ وَيُهْزَمُونَ، ثُمَّ يَظْهَرُ الْهَاشِمِيُّ فَيَرُدُّ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ إِلْفَتَهُمْ وَنِعْمَتَهُمْ، فَيَكُونُونَ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى يَخْرُجَ الدَّجَّالُ» هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ، وَلَمْ يُخْرِجَاهُ

[التعليق – من تلخيص الذهبي]

صحيح – 8658

عَبْدَ اللَّه بْنَ زُرَيْرِ الْغَافِقِيّ نے کہا انہوں نے علی سے سنا ... اہل شام کوگالی مت دو ان میں ابدال ہیں

اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة میں أبو العباس البوصيري (المتوفى: 840هـ) لکھتے ہیں

عَنْ صَفْوَان بْنِ عَبْد اللَّه- أَوْ عَبْد اللَّه بْن صَفْوَان- قَالَ: " قَالَ رَجُلٌ يَوْمَ صِفِّينَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ أَهْلَ الشَّام. فَقَالَ عَلِيٌّ- رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ-: لَا تَسُبُّوا أَهْلَ الشَّامِ جَمًّا غفيراً، فإن بها الأبدال- قالها ثَلَاثًا ".

رَوَاهُ إِسْحَاقُ، وَرُوَاتُهُ ثِقَاتٌ.

عَبْد اللَّه بْنِ صَفْوَانَ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے صفین کے روز کہا الله کی لعنت ہو اہل شام پر اس پر علی نے کہا اہل شام کے جم غفیر کو گالی مت دو کیونکہ ان میں ابدال ہیں ان میں ابدال ہیں ان میں ابدال ہیں – اس کو اسحاق نے روایت کیا ہے اس کے راوی ثقہ ہیں

فضائل صحابہ از امام احمد کی روایت ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّه قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، قثنا عَبْدُ الرَّزَّاق قَالَ: أنا مَعْمَرٌ، عَن الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْد اللَّه بْنِ صَفْوَانَ، وَقَالَ مَرَّةً: عَنْ عَبْد اللَّه بْنِ صَفْوَانَ بْنِ عَبْد اللَّه قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَوْمَ صِفِّينَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ أَهْلَ الشَّام فَقَالَ: عَلِيٌّ «لَا تَسُبَّ أَهْلَ الشَّامِ جَمًّا غَفيراً فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ»

امام زہری نے عَبْد اللَّه بْنِ صَفْوَانَ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے صفین کے روز کہا الله کی لعنت ہو اہل شام پر اس پر علی نے کہا اہل شام کے جم غفیر کو گالی مت دو کیونکہ ان میں ابدال ہیں ان میں ابدال ہیں ان میں ابدال ہیں

معمر بن أبي عمرو راشد (المتوفى: 153هـ) روایت کرتے ہیں

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاق، عَنْ مَعْمَر، عَن الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَبْد اللَّه بْنِ صَفْوَانَ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ يَوْمَ صِفِّينَ: اللَّهُمَّ الْعَنْ أَهْلَ الشَّام، قَالَ: فَقَالَ عَلِيٌّ: «لَا تَسُبَّ أَهْلَ الشَّام جَمًّا غَفيراً، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ، فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالَ»

امام زہری نے عَبْد اللَّه بْنِ صَفْوَانَ سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے صفین کے روز کہا الله کی لعنت ہو اہل شام پر اس پر علی نے کہا اہل شام کے جم غفیر کو گالی مت دو کیونکہ ان میں ابدال ہیں ان میں ابدال ہیں ان میں ابدال ہیں

مجمع البحرين في زوائد المعجمين از ہیثمی میں ہے

قال سعيد: سمعت قتادة يقول: لسنا نشك أن الحسن منهم

قتادہ بصری کا قول ہے جو سعید بن ابی عروبہ نے بیان کیا کہ ان کو اس میں شک نہیں کہ حسن بصری بھی ابدال میں سے ہیں

تہذیب الکمال از المزی میں ہے امام أبو زرعة الرازي بھی ابدال کا ذکر کرتے تھے

وقال أبو زرعة الرازي: محمد بن عبيد عندنا إمام، وعلي بن أبي بكر من الأبدال

أبو زرعة الرازي نے کہا محمد بن عبید ہمارے امام ہیں اور علی بن ابی بکر ابدال میں سے ہیں

ابن حبان صحیح میں باب قائم کیا

ذِكْرُ مَا يُسْتَحَبُّ لِلْمَرْءِ أَنْ يَسْأَلَ اللَّهَ جَلَّ وَعَلَا لِمَنْ يُصَلِّي عَلَيْهِ الْإِبْدَالَ

آدمی کے لئے مستحب ہے کہ جب الله جَلَّ وَعَلَا سے سوال کرے تو اس پر ابدال سے دعا کرائے

أبو بكر بن أبي عاصم الشيباني (المتوفى: 287هـ) كتاب السنة میں ایک سند میں ابدال کا ذکر کرتے ہیں

حَدَّثَنَا ابْنُ الْبَزَّار حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْب حَدَّثَنَا زِيَادُ أَبُو عُمَرَ وَكَانَ يُقَالُ لَهُ إِنَّهُ مِنَ الأَبْدَال عَنِ الْوَلِيد أَبِي بِشْرٍ عَنْ جُنْدُب قَالَ: قُلْتُ لحذيفة أين عثمان؟ قال: فِي الجنة وربِ الكعبة قَالَ: قُلْتُ قَتَلَتْهُ قَالَ فِي النَّارِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.

سند میں زِيَادُ أَبُو عُمَرَ کو شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ نے ابدال میں سے قرار دیا ہے

أبو محمد عبد الله الدارمي (المتوفى: 255هـ) نے ایک راوی کو ابدال میں سے قرار دیا

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي أَبُو عَقِيلٍ، أَنَّهُ: سَمِعَ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ، يَقُولُ: إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «مَنْ قَرَأَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ عَشْرَ مَرَّاتٍ، بُنِيَ لَهُ بِهَا قَصْرٌ فِي [ص:2157] الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَرَأَهَا عِشْرِينَ مَرَّةً، بُنِيَ لَهُ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ، وَمَنْ قَرَأَهَا ثَلَاثِينَ مَرَّةً، بُنِيَ لَهُ بِهَا ثَلَاثَةُ قُصُورٍ فِي الْجَنَّةِ». فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَنْ لَنُكْثِرَنَّ قُصُورَنَا. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «اللَّهُ أَوْسَعُ مِنْ ذَلِكَ» قَالَ أَبُو مُحَمَّد: «أَبُو عَقِيلٍ زُهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ، وَزَعَمُوا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ»

امام دارمی نے ا أَبُو عُقَيْلٍ زَهْرَةُ بْنُ مَعْبَدٍ کا سند میں ذکر کرتے ہوئے لکھا وَكَانَ مِنَ الْأَبْدَالِ وہ ابدال میں سے تھے

أبو بكر ابن المقرئ (المتوفى: 381هـ) كتاب المعجم لابن المقرئ میں لکھتے ہیں

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ عَبْدِ الْأَكْرَمِ الْأَنْطَاكِيُّ، وَكَانَ يُقَالُ أَنَّهُ مِنَ الْأَبْدَالِ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى النَّوْسِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْغَيْثَ قَالَ: «اللَّهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا»

اس سند میں أبو بكر ابن المقرئ نے اپنے شیخ کو ابدال میں سے قرار دیا ہے

إرشاد القاصي والداني إلى تراجم شيوخ الطبراني از أبو الطيب نايف بن صلاح بن علي المنصوري کے مطابق طبرانی کے شیخ   أحمد بن محمد بن عبد الله بن الحسن بن حفص أبو الحسن الأصبهاني بھی ابدال میں سے تھے

قال أبو نعيم: أحد الأبدال والزهاد

ابو نعیم نے کہا یہ زہاد و ابدال میں سے ایک تھے

المقاصد الحسنة میں ابن حجر کے شاگرد محدث السخاوي (المتوفى: 902هـ) لکھتے ہیں

وقال يزيد بن هارون: الأبدال هم أهل العلم

یزید بن ھارون نے کہا ابدال سے مراد اہل علم ہیں

المقاصد الحسنة میں السخاوي (المتوفى: 902هـ) نے یہ بھی لکھا

وقول البخاري في غيره: كانوا لا يشكون أنه من الأبدال، وكذا وصف غيرهما من النقاد والحفاظ والأئمة غير واحد بأنهم من الأبدال

امام بخاری کا قول کہ اس میں شک نہیں یہ ابدال میں سے تھے اور اسی طرح نقاد محدثین و ائمہ کا تعریف کرنا تھا کہ یہ ابدال میں سے ہے

شوکانی (المتوفى: 1250هـ) كتاب الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة میں لکھتے ہیں کہ ابدال کے بارے میں حسن حدیث ہے اور یہ متواتر کے درجے پر ہیں

وله طرق عن أنس أخرجها الطبراني والخلال، وابن عساكر (3) وأبو نعيم والطبراني (4) .
قال في اللآلىء: وقد ورد ذكر الأبدال من حديث على رضي الله عنه وسنده حسن (1) .
ومن حديث [عبادة بن الصامت. وسنده حسن (2) ، ومن حديث عوف بن مالك رضي
. (الله عنه. أخرجه الطبراني (1

ومن حديث معاذ رضي الله عنه. أخرجه أبو عبد الرحمن السلمي في كتاب سنن
. (2) الصوفية

. (3) ومن حديث أبي الدرداء رضي الله عنه. أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول

. (4) ومن حديث أبي هريرة: أخرجه ابن حبان في الضعفاء. والخلال في كرامات الأولياء

. (5) ومن حديث عمر بن الخطاب رضي الله عنه. أخرجه ابن عساكر في تاريخه

. (6) ومن حديث حذيفة رضي الله عنه. أخرجه الحكيم الترمذي في نوادر الأصول

.وعن ابن عباس موقوفًا أخرجه أحمد في الزهد (1) قال الفتى في موضوعاته

قلت: هو صحيح وإن شئت قلت: هو متواتر

میں شوکانی کہتا ہوں یہ صحیح ہیں اور چاہو تو کہو متواتر ہیں

باب ۵ : من عرف نفسہ فقد....

کہا جاتا ہے کہ دیلفی یونان میں اپولو کے مندر میں صدر دروازے پر لکھا تھا

Γνῶθι σεαυτόν

Gnothi seauton

اپنے آپ کو جانو

اندازا عیسی علیہ السلام سے ساڑھے ۵۰۰ سال قبل یہ مندر تعمیر ہوا تھا یعنی یروشلم پر حشر اول کے کچھ سال بعد

إسلامي تاریخی و مذہبی کتب میں بھی یہ قول نظر اتا ہے

من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

الغزالي الطوسي (المتوفى: 505هـ) کتاب مشكاة الأنوار میں کہتے ہیں

إذ لا يعرف ربه إلا من عرف نفسه

کہ اپنے رب کو نہیں جانتا مگر وہ جو اپنے نفس کو جانتا ہو

کتاب کیمیاء السعادۃ میں کہتے ہیں

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: من عرف نفسه فقد عرف ربه

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

ابن عربی نے من عرف نفسه فقد عرف ربه کا حوالہ اپنی کتاب میں دیا اس کو الذھبی نے تاریخ الاسلام میں پیش کیا – تاریخ اسلام میں تعلیق میں شعیب الأرنئوط لکھتے ہیں

موضوع كما قال شيخ الإسلام ابن تيمية، وسئل عنه الإمام النووي في «فتاويه» فقال: إنه ليس بثابت، وقال الزركشي في «الأحاديث المشتهرة» : وقال ابن السمعاني في «القواطع» : إنه لا يعرف مرفوعا، وإنما يحكي عن يحيى بن معاذ

الرازيّ، وقال السيوطي: ليس بصحيح انظر «الحاوي» 2/ 451- 452. (المطبوع من تاريخ الإسلام- ص 356)

موضوع ہے جیسا شیخ السلام ابن تیمیہ نے کہا ہے اور اس پر امام نووی سے فتاویہ میں سوال ہوا تو کہا یہ ثابت نہیں ہے اور زرکشی نے اس کا احادیث مشتہر میں ذکر کیا ہے اور ابن السمعانی نے القوآطع میں ان کو یہ مرفوع نہیں ملی اور یحیی بن معآذ سے حکایت ہے سیوطی نے کہا یہ صحیح نہیں ہے

کتاب نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم – صلى الله عليه وسلم کے مطابق وہابی عالم صالح بن عبد الله بن حميد حرم کے خطبے میں صوفی

ھرم بن حیّان کا قول پیش کرتے ہیں

المؤمن إذا عرف ربّه عزّ وجلّ أحبّه، وإذا أحبّه أقبل إليه وقال أيضا: من عرف نفسه وعرف ربّه عرف قطعا أنّه لا

وجود له من ذاته إنّما وجود ذاته ودوام وجوده وكمال وجوده من الله وإلى الله وبالله

مومن جب اپنے رب کو جانتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتا ہے اور جب محبت کرتا ہے اس کو قبول کرتا ہے

اور یہ بھی کہا جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا – وہ قطعی جان جاتا ہے کہ اس کا کوئی ذاتی وجود نہیں بلکہ وجود تو ذات اور دوام اور جودت و کمال اللہ سے ہے اور اس کی طرف سے ہے اور اللہ کے لئے ہے

هرم بن حيان العبدي وہی اویس قرنی کے مرید ہیں جو ان کی تلاش میں کوفہ سے شام پہنچے تھے – ان کا ذکر اویس قرنی والے بلاگ میں ہے

وہابی عالم علی محمد الصّلاَّبي كتاب أسمى المطالب في سيرة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله عنه کے مطابق یہ علی کا قول ہے

دعا أمير المؤمنين على رضي الله عنه الناس إلى التفكير في أنفسهم فقال: من عرف نفسه فقد عرف ربه

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے انسانوں کو اپنے آپ میں تفکر کا کہا کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا

یہ اصلا تصوف کی جڑ ہے جس کے ڈانڈے یونانی فلسفہ میں جا کر ملتے ہیں

مصدر

https://en.wikipedia.org/wiki/Delphi#Temple_of_Apollo
https://en.wikipedia.org/wiki/Know_thyself

باب ٦ : زہاد کے آئیڈیل

اویس قرنی -ایک پراسرار شخصیت

اویس قرنی کا مکمل نام تاریخ ابن أبي خيثمة کے مطابق أُوَيْس بْن الخُلَيْص تھا- تاریخ خلیفہ بن الخیاط کے مطابق أويس القرني بن عامر بن جزي بن مالك بن عمرو بن مسعدة بن عمرو بن عصوان بن قرن بن ردمان تھا- تاریخ عباس الدوری کے مطابق امام يَحْيى بْن مَعِين نے کہا ُ أويس القرني اصل میں أويس بْن عَمْرو ہے

کہا جاتا ہے یہ کوفہ میں علی کے ساتھ رہے اور صوفیا کے مطابق علم لدنی حاصل کیا اور صوفیوں کا ایک سلسلہ اویسیہ ان سے منسوب ہے – ان کے لئے کہا جاتا ہے صفین میں شہید ہوئے لہذا ایک مقبرہ شام میں بتایا جاتا ہے جس کو ایک دہشت گرد تنظیم نے حال میں تباہ کر دیا ہے ان کی قبر میں سوائے مٹی کچھ نہ نکلا – اس گور کشائی کی تصاویر انٹر نیٹ پر موجود ہیں

طبقات الصوفية از أبو عبد الرحمن السلمي (المتوفى: 412هـ) میں اویس قرنی پر ایک باب موجود ہے

هرم بن حيان ان کے مرید تھے- ابن حبان کی کتاب مشاهير علماء الأمصار وأعلام فقهاء الأقطار کے مطابق

هرم بن حيان الازدي كان من العباد الخشن المتجردين للعبادة من أصدقاء أويس القرني

هرم بن حيان الازدي بہت سخت جان عبادت گزار تھے اویس قرنی کے دوستوں

میں سے تھے

-اویس قرنی زہاد کے لئے ایک پر کشش شخصیت تھے

مستدرک میں حاکم ، اویس کے لئے لکھتے ہیں اویس اس امت کا راہب ہے

اویس قرنی کے بارے میں معلومات کا ماخذ صرف چند روایات ہیں جن کو کوفی
اسیر بن جابر نے بیان کیا ہے

اسیر بن جابر کہتے ہیں: جب بھی یمن کے حلیف قبائل عمر رضی اللہ عنہ کے
پاس آتے تو عمران سے دریافت کرتے: کیا تم میں اویس بن عامر ہے؟ ایک دن
اویس بن عامر کو پا ہی لیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم اویس بن
عامر ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں- پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: قرن قبیلے
کی شاخ مراد سے ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں
پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تمہیں برص کی بیماری لاحق تھی، جو اب
ختم ہوچکی ہے، صرف ایک درہم کے برابر جگہ باقی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں- پھر
عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں
پھر عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث نبوی سنائی: میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کے حلیف قبائل کے
ساتھ اویس بن عامر آئے گا، اس کا تعلق قرن قبیلے کی شاخ مراد سے ہوگا، اسے برص
کی بیماری لاحق تھی، جو کہ ختم ہو چکی ہے، صرف ایک درہم کے برابر باقی ہے،
وہ اپنی والدہ کیساتھ نہایت نیک سلوک کرتا ہے، اگر اللہ تعالی پر قسم بھی ڈال
دے تو اللہ تعالی اس کی قسم پوری فرما دے گا، چنانچہ اگر تم اس سے اپنے لیے
استغفار کروا سکو ،تو لازمی کروانا-لہذا اب آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کر یں، تو
انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی-
پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا: آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے
کہا: میں کوفہ جانا چاہتا ہوں
عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا کوفہ کے گورنر کے نام خط نہ لکھ دوں؟ [آپ اسی
کی مہمان نوازی میں رہو گے- تو انہوں نے کہا: میں گم نام رہوں تو مجھے زیادہ
اچھا لگے گا- راوی کہتے ہیں: جب آئندہ سال حج کے موقع پر انکے قبیلے کا سربراہ
ملا ، اور اس کی ملاقات عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ، تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان

سے اویس قرنی کے بارے میں استفسار کیا، تو اس نے جواب دیا کہ: میں اسے کسمپرسی اور ناداری کی حالت میں چھوڑ کر آیا ہوں- تو عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی حدیث نبوی سنائی: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس یمن کے حلیف قبائل کے ساتھ اویس بن عامر آئے گا، اس کا تعلق قرن قبیلے کی شاخ مراد سے ہوگا، اسے برص کی بیماری لاحق تھی، جو کہ ختم ہو چکی ہے، صرف ایک درہم کے برابر باقی ہے، وہ اپنی والدہ کیساتھ نہایت نیک سلوک کرتا ہے، اگر اللہ تعالی پر قسم بھی ڈال دے تو اللہ تعالی اس کی قسم پوری فرما دے گا، چنانچہ اگر تم اس سے اپنے لیے استغفار کروا سکو ،تو لازمی کروانا- یہ آدمی بھی واپس جب اویس قرنی کے پاس آیا تو کہا: میرے لیے دعائے استغفار کر دو

اویس قرنی نے کہا: تم ابھی نیک سفر سے آئے ہو تم میرے لیے استغفار کرو- اس نے پھر کہا: میرے لیے استغفار کرو

اویس قرنی نے پھر وہی جواب دیا: تم ابھی نیک سفر سے آئے ہو تم میرے لیے استغفار کرو- اور مزید یہ بھی کہا کہ: کہیں تمہاری ملاقات عمر رضی اللہ عنہ سے تو نہیں ہوئی؟- آدمی نے کہا: ہاں میری ملاقات عمر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے تو اویس قرنی نے ان کیلئے استغفار کر دیا، اور پھر لوگوں کو اویس قرنی کے بارے میں معلوم ہونا شروع ہوگیا، تو اویس قرنی اپنا علاقہ چھوڑ کر چلے گئے- اس قصے کے راوی اسیر کہتے ہیں: میں نے انہیں ایک لباس دیا، تو جب بھی کوئی شخص انکا لباس دیکھتا تو کہتا: اویس کے پاس یہ لباس کہاں سے آگیا

محدثین کی متضاد آراء

دیکھتے ہیں محدثین اویس قرنی کی شخصیت پر کیا رائے رکھتے تھے

امام بخاری کی رائے

تاریخ الکبیر میں امام بخاری لکھتے ہیں

.أُوَيس القرني. أصلَهُ من اليمن. فِي إسناده نَظَرٌ. المُرادِيّ

اویس قرنی اصل میں یمن سے ہیں ان کی اسناد پر نظر ہے المرادی ہیں

امام احمد اور امام یحیی ابن معین کی رائے

کتاب العلل ومعرفة الرجال از امام احمد کے مطابق امام احمد کے بیٹے کہتے ہیں

حَدثنِي أَبُو صَالح مُحَمَّد بن يحيى بن سعيد قَالَ سَمِعت أبي يحدث عَن شُعْبَة قَالَ – سَأَلت عَمْرو بن مرّة عَن أويس الْقَرنِي فَلم يعرفهُ

مجھ کو ابو صآلح محمد بن یحیی بن سعید نے خبر دی بولے انھوں نے اپنے باپ سے سنا انہوں نے امام شعبہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عمرو بن مرہ سے اویس قرنی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کو نا پہچانا

اسی کتاب میں ہے

حَدثنِي أبي قَالَ حَدثنَا أَبُو دَاوُد قَالَ أخبرنَا شُعْبَة قَالَ سَأَلت عَمْرو بن مرّة عَن أويس الْقَرنِي يعرفونه فِيكُم قَالَ لَا

شُعْبَة نے عمرو بن مرہ سے اویس قرنی کا پوچھا تو انہوں نے کہا نہیں جانتا

سیر الاعلام النبلاء از امام الذھبی کے مطابق امام عَمْرُو بنُ مُرَّةَ بنِ عَبْدِ اللهِ المُرَادِيُّ الجملِي الْكُوفِي کے لئے ہے

.قَالَ بَقِيَّةُ: قُلْتُ لِشُعْبَةَ: عَمْرُو بنُ مُرَّةَ؟ قَالَ: كَانَ أَكْثَرَهُم عِلْماً

بقیہ نے کہا میں نے ِشُعْبَةَ سے پوچھا عَمْرَو بنُ مُرّةَ؟ بولے ہم میں بہت علم والے تھے

عَمْرَو بنُ مُرّةَ کا تعلق یمن سے تھا اور کوفہ میں رہتے تھے لہذا اویس قرنی کے حوالے سے نہایت مناسب ناقل ہو سکتے تھے- میزان الاعتدآل از الذھبی کے مطابق شعبہ کہتے ہیں یہ تدلیس نہیں کرتے تھے جبکہ وہ عام تھی

شعبہ کے اس قول کا ذکر امام یحیی بن معین نے بھی عباس الدوری سے کیا

ہمیں یقین ہے عمرو بن مرہ ان اویس قرنی کو جانتے تک نہ تھے لیکن ابن کثیر
کتاب مسند الفاروق میں لکھتے ہیں

وقال الهيثم بن عدي ثنا عبد الله بن عمرو بن مُرّة، عن أبيه، عن عبد الله بن سَلَمة،
قال: غَزَونا أذربيجان زمنَ عمرَ بن الخطاب ومعنا أُوَيس القَرَني، فلمّا رَجَعنا مَرِضَ علينا،
فحَمَلناه، فلم يَستمسك فمات، فنزلنا، فإذا قبر محفورٌ، وماءٌ مسكوبٌ، وكَفَنٌ،
وحَنُوطٌ فغَسّلناه، وكَفَّنّاه، وصَلَّينا عليه، ودَفنّاه، فقال بعضنا لبعض: لو رَجَعنا فعَلَّمنا
قبرَه، فرَجَعنا، فإذا لا قبرٌ ولا أثرٌ.
فهذا مخالف للخبر الذي تقدَّم من أنَّه كان بصفِّين، وهو أصحّ من هذا، فإنَّ الهيثم بن
عدي أخباري ضعيف، وزَعَم بعضهم أنَّه مات بالحيرة. وقيل: بصفِّين، والله أعلم.
الهيثم بن عدي کہتے ہیں ہم سے عبد الله بن عمرو بن مرہ نے بیان کیا ان سے ان
کے باپ **عمرو بن مرہ** نے عبد الله بن سلمہ سے بولے ہم نے عمر رضی الله عنہ کے
دور میں **أذربيجان** میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ اویس قرنی تھے پس واپسی پر وہ
بیمار ہو گئے اور صحیح نہ ہوئے اور مر گئے اور ان کو.... دفن کیا ہم سے بعض نے
بعض سے کہا اگر ہم واپس لوٹے تو ان کی قبر دیکھیں گے پس ہم واپس لوٹے تو ان
کی قبر نہ پائی نہ اس کا نشان
اس کی سند میں عمرو بن مرہ ہیں جبکہ وہ صریحا اس سے انکاری تھے کہ وہ
اویس کو پہچانتے تھے

ابن کثیر کہتے ہیں

پس یہ خبر مخالف ہے اس خبر سے جس میں ہے کہ وہ صفِّین میں تھے اور وہ اس خبر سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ الهيثم بن عدي اخباری ضعیف ہے اور بعض کا گمان ہے کہ اویس حرہ عراق میں مرے ، اور کہا جاتا ہے صفِّین میں-الله کو پتا ہے

لیکن صفیین والی خبر کی سند میں عبد الرحمن بن ابی لیلی ہیں کتاب سیر الاعلام البنلا از الذھبی کے مطابق

:شُعْبَةُ: عَنْ عَمْرِو بنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ

صَحِبْتُ عَلِياًّ -رَضِيَ اللهُ عَنْهُ- فِي الحَضَرِ وَالسَّفَرِ، وَأَكْثَرُ مَا يَتَحَدَّثُوْنَ عَنْهُ بَاطِلٌ

شُعْبَةُ روایت کرتے ہیں عَمْرِو بنِ مُرَّةَ سے وہ عبد الرحمن ابْنِ أَبِي لَيْلَى سے کہا میں علی کے ساتھ سفر اور حضر میں رہا اور اکثر جو میں ان سے روایت کرتا ہوں باطل ہے

اب جب صورت حال یہ ہو تو صفین کے واقعات ان سے نقل کرنا ہی نامناسب ہے

لہذا نہ اویس قرنی کا جنگ صفین میں شامل ہونا ثابت ہے اور نہ کا جنگ أذربيجان میں شامل ہونا ثابت ہے

امام عقیلی کی رائے

کتاب الضعفاء الكبير از امام العقيلي المكي (المتوفى: 322هـ) میں اویس قرنی کو باقاعدہ ضعیف راویوں میں شمار کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں تفصیل دی ہے جس کا مطلب ہے کہ امام عقیلی کے نزدیک یہ مجھول تھے

أُوَيْسٌ الْقَرَنِيُّ الزَّاهِدُ حَدَّثَنِي آدَمُ بْنُ مُوسَى قَالَ: سَمِعْتُ الْبُخَارِيَّ قَالَ: أُوَيْسٌ الْقَرَنِيُّ فِي إِسْنَادِهِ نَظَرٌ [ص:136]. أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى قَالَ: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: جِئْتُ إِلَى عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ تَعْرِفُونَهُ فِيكُمْ قَالَ: لَا. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ

عَبْدِ الْعَظِيمِ قَالَ: حَدَّثَنَا قُرَادُ بْنُ نُوحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا إِسْحَاقَ، وَعَمْرَو بْنَ مُرَّةَ عَنْ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ فَلَمْ يَعْرِفَاهُ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ قَالَ: حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ: سَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ مُرَّةَ عَنْ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ فَلَمْ يَعْرِفْهُ قَالَ زَيْدٌ: وَكَانَ أُوَيْسٌ مِنْ عَشِيرَتِهِ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: سَأَلْتُ عَمْرَو بْنَ مُرَّةَ عَنْ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ فَلَمْ يَعْرِفْهُ

اویس قرنی زاہد - مجھ سے آدم بن موسی نے روایت کیا کہا میں نے امام بخاری کو کہتے سنا اویس قرنی کی اسناد پر نظر ہے

ہم سے محمّد بن عیسیٰ نے بیان کیا بندر نے روایت کیا کہ ابو داود نے روایت کیا کہا شعبہ نے روایت کیا کہ ہم عمرو بن مرہ کے ہاں پہنچے میں نے کہا مجھ کو اویس قرنی کی خبر دیں کیا آپ ان کو جانتے ہیں اپنوں میں ؟ بولے نہیں

ہم سے محمّد بن علی بن زید اور محمّد بن اسمعیل (امام بخاری) نے بیان کیا کہا ہم سے عباس نے کہا ہم سے قراد نے کہا شعبہ نے بیان کیا کہا میں نے عمرو بن مرہ سے اویس قرنی کے متعلق پوچھا لیکن ان کو اس کا پتا نہ تھا - زید نے کہا اویس تو ان کے خاندان کے تھے ! ہم سے عبد الله نے بیان کیا ان کو ابو صآلح محمد بن یحیی بن سعید نے خبر دی بولے انہوں نے اپنے باپ سے سنا انہوں نے امام شعبہ سے روایت کیا کہ انہوں نے عمرو بن مرہ سے اویس قرنی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کو نا پہچانا

اس کے بعد امام عقیلی نے تین روایات لکھیں

وَحَدِيثُهُ حَدَّثَنَا بِهِ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، ح، وَحَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو ظُفُرٍ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ الْمُغِيرَةِ، جَمِيعًا عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ: أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِأُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ: اسْتَغْفِرْ لِي، قَالَ: أَنْتَ أَحَقُّ أَنْ تَسْتَغْفِرَ لِي إِنَّكَ

مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَيْرُ التَّابِعِينَ رَجُلٌ مِنْ قَرْنٍ يُقَالُ لَهُ: أُوَيْسٌ

أَسَيْرِ بْنِ جَابِرِ کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اویس قرنی سے کہا ہمارے لئے دعا کریں - انہوں نے کہا آپ اصحاب رسول میں سے ہیں اور میں آپ کے لئے دعا کرو - عمر بولے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ التَّابِعِينَ میں سے بہترین شخص اویس اس جگہ کا ہے جس کو قرن کہا جاتا ہے

یعنی قرن جگہ کا نام ہے نہ کہ شخص کا نام

اس کے بعد امام عقیلی نے دوسری روایت لکھی

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَبِي أَوْفَى، عَنْ أَسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِذَا أَتَتْ عَلَيْهِ أَمْدَادُ الْيَمَنِ سَأَلَهُمْ أَفِيكُمْ أُوَيْسٌ؟ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ، وَقَالَ فِيهِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «يَأْتِي عَلَيْكَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ مَعَ أَمْدَادِ أَهْلِ الْيَمَنِ مِنْ مُرَادٍ ثُمَّ مِنْ قَرَنٍ كَانَ بِهِ بَرَصٌ فَبَرَأَ مِنْهُ إِلَّا مَوْضِعَ دِرْهَمٍ، لَهُ وَالِدَةٌ هُوَ بِهَا بَرٌّ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ»

أَسَيْرِ بْنِ جَابِرِ کہتے ہیں عمر نے کہا کہ جب یمن کی امداد پہنچے تو ان میں اویس کےبارے میں پوچھنا- اس کے بعد ایک طویل روایت نقل کی اور اس میں ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ تمہارے پاس اویس بن عامر آئے گا اہل یمن کی امداد میں سے اس کو برص تھا جو ختم ہوا صرف ایک درہم برابر رہ گیا ہے

اس کے بعد امام عقیلی نے تیسری روایت لکھی

حَدَّثَنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنا هُدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ: حَدَّثَنا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو الْأَصْفَرِ مَوْلَى صَعْصَعَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ صَعْصَعَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: كَانَ أُوَيْسُ بْنُ عَامِرٍ رَجُلًا مِنْ قَرْنٍ، وَكَانَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ، وَكَانَ مِنَ التَّابِعِينَ، فَذَكَرَهُ أَيْضًا بِطُولِهِ، وَقَالَ فِيهِ: إِنَّ عُمَرَ قَالَ: أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَنَّهُ يَكُونُ فِي التَّابِعِينَ رَجُلٌ يُقَالَ لَهُ أُوَيْسٌ يَخْرُجُ بِهِ وَضَحٌ وَيَدْعُو اللَّهَ أَنْ يُذْهِبَهُ فَيُذْهِبَهُ. . .» وَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ: لَيْسَ مِنْهُمْ أَحَدٌ تَبَيَّنَ سَمَاعًا مِنْ عُمَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ شَبُّوَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ الْمُبَارَكِ قَالَ: سَأَلْتُ الْمُعْتَمِرَ عَنِ الْحَدِيثِ الَّذِي يُرْوَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ هَرِمٍ وَأُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ حِينَ الْتَقَيَا فَقَالَ الْمُعْتَمِرُ: لَيْسَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي

صَعْصَعَةَ بْنِ مُعَاوِيَةَ کہتے ہیں اویس بن عآمر، قرن کا رہنے والا ہے – اور وہ اہل کوفہ می ں سے ہے اور التَّابِعِينَ میں سے ہے پھر ایک طویل روایت نقل کی اس میں ہے کہ عمررضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک التَّابِعِينَ میں سے ایک شخص ہو گا جس کو اویس کہا جاتا ہے … امام عقیلی کہتے ہیں عبد اللہ ابن مبارک نے الْمُعْتَمِرَ سے سوال کیا اس حدیث پر جو انہوں نے اپنے باپ اور انہوں نے هَرِمٍ اور أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ سے روایت کی- پس جب الْمُعْتَمِرُ سے ملے تو انہوں نے کہا یہ میرے باپ کی روایت نہیں

امام عقیلی نے ان تین روایات سے ثابت کیا کہ یہ کردار واضح نہیں – اویس کو قرن کا باسی کہا جاتا ہے – کوئی اس مقام کو یمن میں کہتا ہے تو کوئی کوفہ میں بتاتا ہے

امام ابن ابی حاتم کی رائے

كتاب: العلل لابن أبي حاتم از   ابن أبي حاتم (المتوفى: 327هـ) میں ہے

وسألتُ أَبِي عَنْ حديثٍ رَوَاهُ أَبُو بَكْرُ بْنُ أَبِي عَتَّاب الأَعْيَن ، عَنِ أَبِي صَالِحٍ ، عَنِ اللَّيث، عَنْ سَعِيدِ المَقبُري، عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ، عن النبيِّ (ص) قَالَ: يَدْخُلُ الجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ مُضَرَ وبَنِي تَمِيمٍ، فَقِيلَ: مَنْ هُوَ يَا رسولَ اللَّهِ؟ قَالَ: أُوَيْسٌ القَرَنِيُّ؟

قَالَ أَبِي: هَذَا الحديثُ لَيسَ هُوَ فِي كِتَابِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ اللَّيث؛ نظرتُ فِي أَصْلِ اللَّيث، وَلَيْسَ فِيهِ هَذَا الْحَدِيثُ، وَلَمْ يذكُر أَيْضًا اللَّيثُ فِي هَذَا الْحَدِيثِ خَبَرً ، ويحتملُ أنْ يكونَ سَمِعَهُ مِنْ غَيْرِ

ابن ابی حاتم نے اپنے باپ ابی حاتم سے پوچھا حدیث جس کو أَبُو بَكْرَ بْنُ أَبِي عَتَّاب الأَعْيَن ، عَنِ أَبِي صَالِحٍ ، عَنِ اللَّيث، عَنْ سَعِيدِ المَقبُري، عَنْ أَبِي هُرَيرَةَ، کی سند سے روایت کیا گیا ہے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں میری شفاعت سے میری امت میں سے ایک شخص داخل ہو گا جو مُضَرَ وبَنِي تَمِيمٍ سے ہے پس کہا یہ کون ہے یا رسول الله فرمایا اویس قرنی

میرے باپ ابی حاتم نے کہا یہ حدیث ہے جو ابی صالح کی کتاب میں نہ تھی جس کو لیث نے روایت کیا اور میں نے ان کی کتاب دیکھی اس میں بھی نہ تھی لھذا میں سمجھتا ہوں یہ ابی صالح نے کسی اور سے سنی ہو گی

بَنِي تَمِيمٍ مدینہ کے مشرق میں آباد تھے نہ کہ یمن یا کوفہ میں- اس سے یہ معاملہ اور بھی لجھ جاتا ہے

كتاب ذخيرة الحفاظ (من الكامل لابن عدي) از ابن القيسراني (المتوفى: 507هـ) ابن ابی حاتم کی کتاب العلل کی جیسی روایت پیش کر کے لکھتے ہیں

حَدِيث: سَيكون فِي أمتِي رجل يُقَال لَهُ: أويس بن عبد الله الْقَرنِي، وان شَفَاعَته فِي أمتِي منل ربيعَة، وَمُضر. رَوَاهُ أَبُو الْوَلِيد (وهب بن حَفْص) الْحَرَّانِي: عَن أبي عمر حَفْص بن عمر، عَن الحكم بن أبان، عَن عُثْمَان بن حَاضر، عَن ابْن عَبّاس. قَالَ ابْن عدي: ووهب هَذَا كَذَّاب. وَأوردهُ فِي تَرْجَمته فانه خصّه بِهِ، وَإِن كَانَ فِي إِسْنَاده ضعفاء ومجاهيل .

اس اوپر والی روایت کو ایک دوسری سند سے بھی بیان کیا گیا ہے جس میں ابن عدی کے مطابق کذاب ہیں اور ضعیف اور مجھول بھی ہیں

ابن قُطْلُوْبَغَا کی رائے

ابن قُطْلُوْبَغَا كتاب الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة میں أَسَيْر بن جابر العَبْدي الكوفي لکھتے ہیں

في القلب من روايته عن أويس القرني، إلا أنه حكى ما حكى عن إنسان مجهول لا يُدرَى من هو

یہ اویس قرنی والی روایت کا مصدر ہیں، بلاشبہ انہوں نے جو کہنا چاہا کہا ایک مجھول انسان سے جس کو میں نہیں جانتا کون ہے

یعنی ابن قُطْلُوْبَغَا نے بھی اویس قرنی کو ایک مجھول شخص قرار دیا

ابن عدی کی رائے

كتاب الكامل في ضعفاء الرجال میں لکھتے ہیں

وَلَيْسَ لأُوَيسِ مِنَ الرِّوَايَة شَيْءٌ، وإِنَّمَا لَهُ حِكَايَاتٌ وَنُتَفٌ وَأَخْبَارٌ فِي زُهْدِهِ وَقَدْ شَكَّ قَوْمٌ فِيهِ إلا أَنَّهُ مِنْ شُهْرَتِهِ فِي نَفْسِهِ وَشُهْرَةِ أَخْبَارِهِ لا يَجُوزُ أَنْ يُشَكَّ فيه وليس لَهُ مِن

الأَحَادِيثِ إِلا الْقَلِيلُ فَلا يَتَهَيَّأُ أَنْ يُحْكَمَ عَلَيْهِ الضَّعْفُ بَلْ هُوَ صَدُوقٌ ثِقَةٌ مِقْدَارِ مَا يُرْوَى عَنْهُ.

قَالَ الشَّيْخُ: مَالِكٌ يُنْكِرُهُ يَقُولُ لَمْ يكن

اویس کے لئے کہانیاں ہیں اور خبریں ہیں ان کے زہد کے بارے میں **اور بے شک ایک قوم کو ان کے بارے میں شک ہے** لیکن ان کی شہرت فی نفسہ ہے اور شہرت خبر پر جائز نہیں کہ ان کے بارے میں شک کیا جائے اور احادیث میں ان کے لئے بہت کم آیا ہے جو اس طرح کا نہیں کہ ان کو ضعیف کہہ دیا جائے بلکہ ان کا درجہ صدوق ثقہ کا ہے جو ان سے روایت ہوا ہے

ابن عدی کہتے ہیں امام مالک نے اس کا انکار کیا ہے اور کہا یہ نہیں ہو سکتا

امام مسلم کی رائے

امام مسلم محدثین سے الگ رائے رکھتے ہیں اور انہوں نےآلضعفاء الكبير از امام العقيلي کی پہلی روایت جو سَعِيدٌ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ کی سند سے ہے اس کو صحیح میں لکھا ہے اور اس کو قَتَادَةَ، عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى، عَنْ أُسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ کی سند سے بھی لکھا ہے

امام مسلم کی صحیح کی دونوں روایتیں امام عقیلی نے بڑے ضعیف راویوں پر کتاب آلضعفاء الكبير میں پیش کی اور اویس قرنی کو ایک مجھول کے طور پر پیش کیا

ابن صاعد کی رائے

تاریخ دمشق میں ابن عساکر لکھتے ہیں

أخبرنا أبو غالب بن البنا أنا أبو محمد الجوهري أنا أبو عمر بن حيوية حدثنا يحيى بن محمد بن صاعد قال أسانيد أحاديث أويس صحاح رواها الثقات

يحيى بن محمد بن صاعد سن ٢٢٨ ھ میں پیدا ہوئے ٣١٨ ھ میں فوت ہوئے – قاضی تھے ان سے ابن حَيّوَيْه أبو عمر ٣٨٢ ھ نے سنا ہے – یحیی بن محمد بن صاعد کہتے ہیں

اویس قرنی کی اسناد صحیح ہیں جن کو ثقات نے روایت کیا ہے

العجلی کی رائے

أبو الحسن أحمد بن عبد الله بن صالح العجلى الكوفى (المتوفى: 261هـ) نے کتاب الثقات میں اویس کا شمار تابعین میں کیا ہے

معلوم ہوا کہ اویس قرنی بعض محدثین کے نزدیک مجھول تھے اور بعض کے نزدیک ایک حقیقی شخص تھے

خود أَسَيْرِ بْنِ جَابِرٍ جن پر اویس قرنی کی روایت کا دارومدار ہے ان کو ابن حزم ليس بالقوي، قوی راوی نہیں کہتے ہیں

اویس کا منہج

اویس بدعتی تھے- کتاب : حلية الأولياء وطبقات الأصفياء از ابو نعیم اور مسند الفاروق از ابن کثیر میں ہے

عن أصبغ بن زيد قال كان أويس القرني إذا أمسى يقول : هذه ليلة الركوع ، فيركع حتى يصبح ، وكان يقول إذا أمسى : هذه ليلة السجود ، فيسجد حتى يصبح

أصبغ بن زید کہتا ہے ایک شام، اویس قرنی کہتے آج کی رات رکوع کی رات ہے پس وہ رکوع کرتے حتی کہ صبح ہو جاتی اور اسی طرح کسی شام کہتے آج کی رات سجدے کی رات ہے اور سجدہ کرتے حتی کہ صبح ہو جاتی

لگتا ہے اویس کسی صوفی تحریک کا حصہ تھے جس کا مقصد مسلمانوں میں اس قسم کی بدعتی مشقتیں رواج دینے کے لئے ان کو یمن سے خاص مقصد کے تحت کوفہ بھیجا گیا تھا جہاں زہد کے نام پر اس قسم کی عبادت کی تلقین کی جا رہی تھی

کوفہ سے اویس دمشق پہنچے- تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ان کا مرید ھرم بن حيان العبدي دمشق أويس القرني کو طلب کرنے پہنچا- کہا جاتا ہے عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر بھی اویس کو تھی جو انہوں نے ھرم بن حيان العبدي کو دی اور وہ جب مدینہ پہنچا تو معلوم ہوا خبر سچی تھی

شب برات کے حلوہ کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ یہ اویس قرنی کے لئے پکایا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے دانت توڑ ڈالے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں پر احد کی جنگ میں زخم لگا تھا-

اہل تشیع اور اویس قرنی

شیعوں میں بھی اویس قرنی ایک معتبر شخصیت ہیں

وسائل الشيعة (آل البيت) – الحر العاملي – ج 30 – ص 322 – میں ہے

اويس القرني – بفتح الراء – : أحد الزهاد الثمانية ، قاله العلامة والكشي عن الفضل بن شاذان

اویس قرنی – زہاد میں سے ایک .. علامہ اور کشی نے کہا الفضل بن شاذان کی روایت سے

کتاب الإرشاد – الشيخ المفيد – ج 1 – ص ٣١٦ میں ہے ایک شخص علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کہ میں قتال کروں گا علی نے پوچھا

فقال له : " ما اسمك ؟ " قل أويس ، قال : " أنت أويس القرني ؟ " قال : نعم ، قال : " الله أكبر ، أخبرني حبيبي رسول الله صلى الله عليه وآله أني أدرك رجلا من أمته يقال له أويس القرني ، يكون من حزب الله ورسوله ، يموت على الشهادة ، يدخل في شفاعته مثل ربيعة ومضر

تیرا نام کیا ہے ؟ بولا اویس – علی نے کہا کیا تم ہی اویس قرنی ہو ؟ بولا جی – علی نے کہا اللہ اکبر مجھ کو میرے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بتایا تھا کہ میں ان کی امت میں سے ایک شخص سے ملوں گا جس کو اویس قرنی کہا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول کے گروہ کا ہے شہادت کی موت مرے گا اور شفاعت ملے گی ربیعة ومضر (مدینہ کے دو مشرقی قبائل) کی طرح

یعنی شیعوں کے ہاں اویس قرنی کی علی کے ساتھ لڑتے شہادت ہوئی اور سنیوں کے ہاں وہ کوفہ سے شام پہنچے اور وہاں مرے- علی رضی اللہ عنہ تو کوفہ شہادت عثمان کے بعد گئے اس سے قبل اویس کی اگر عمررضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو علی اس وقت کہاں تھے

خوراج اور اویس قرنی

خوارج کے مطابق اویس قرنی شروع میں اصحاب علی میں تھے پھر اصحاب عبد اللہ بن وھب بن گئے اور علی کے خلاف لڑتے ہوئے جنگ نہروان میں شہید ہوئے

شرح كتاب النيل وشفاء العليل للقطب اطفيش

اباضی کتب کے مطابق علی کو بتایا گیا کہ انہوں نے اہل حق سے جنگ میں اویس کا قتل کر دیا ہے علی نے انکار کیا کہ یہ اویس نہیں لیکن جب حقیقت جانی تو پچھتائے

خوارج کے مطابق ان کا نسب ہے

أويس القَرَني، وهو أوَيس بن عمرو بن جزء بن قيس ابن مالك بن عمرو بن عصوان بن قَرَن بن ردمان بن ناجية بن مراد

الأنساب از الصحاري

اغلبا اویس ایک صوفی یا زاہد تھے جن کی ملاقات نہ عمر سے ہوئی نہ علی سے-
امام بخاری کی رائے ہمارے نزدیک قابل توجہ ہے کہ اویس کی روایات پر نظر ہے

==============================

حلية الأولياء وطبقات الأصفياء

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي يَعْقُوبَ، ثنا الْقَاسِمُ بْنُ الْقَاسِمِ السَّيَّارِيُّ الْمَرْوَزِيُّ، ثنا أَبُو الْمُوَجِّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو بِغَيْرِ حَدِيثٍ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ مُوسَى، ثنا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَلِيٍّ السَّيَّارِيُّ، ثنا خَالِي أَبُو الْعَبَّاسِ الْقَاسِمُ بْنُ الْقَاسِمِ السَّيَّارِيُّ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ عَبَّادِ بْنِ سَلْمٍ، وَكَانَ مِنَ الزُّهَّادِ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدَةَ النَّافِقَانِيُّ، ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْدَةَ الْعَامِرِيُّ، ثنا سُورَةُ بْنُ شَدَّادٍ الزَّاهِدُ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَدْهَمَ، عَنْ مُوسَى بْنِ يَزِيدَ،

عَنْ أُوَيْسٍ الْقَرَنِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدٍ مَا مِنْ عَبْدٍ يَدْعُو بِهَذِهِ الْأَسْمَاءِ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ إِنَّهُ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ» إِلَى قَوْلِهِ «الرَّشِيدُ الصَّبُورُ» مِثْلُ حَدِيثِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، حَدِيثُ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ صَحِيحٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَحَدِيثُ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِيهِ نَظَرٌ لَا صِحَّةَ لَهُ

اللہ کے ننانوے نام ہیں ، سو میں سے ایک کم، جن سے جب بندہ پکارے تو جنت واجب ہو جاتی ہے – اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے- وہ اللہ جس کے سوا کوئی الہ نہیں وہ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ» سے لے کر «الرَّشِيدُ الصَّبُورُ ہے

ابو نعیم نے کہا وَحَدِيثُ الثَّوْرِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ فِيهِ نَظَرٌ لَا صِحَّةَ لَهُ

سفیان کی ابراہیم بن آدھم سے حدیث پر نظر ہے اس کی صحت نہیں ہے

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْهُذَيْلِ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ الْعَنْبَرِيُّ، ثنا عَمْرٌو شَيْخٌ كُوفِيٌّ، عَنْ أَبِي [ص:87] سِنَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ صَالِحٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ أُوَيْسًا الْقَرَنِيَّ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «احْفَظُونِي فِي أَصْحَابِي فَإِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَلْعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا وَعِنْدَ ذَلِكَ يَقَعُ الْمَقْتُ عَلَى الْأَرْضِ وَأَهْلِهَا فَمَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ فَلْيَضَعْ سَيْفَهُ عَلَى عَاتِقِهِ ثُمَّ لِيَلْقَ رَبَّهُ تَعَالَى شَهِيدًا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ»

اویس قرنی نے کہا رسول اللہ نے فرمایا

اس کی سند منقطع ہے – اویس کا سماع رسول اللہ صلی اللہ علیہوسلم سے نہیں یہ صحابی بھی نہیں

اویس قرنی مجہول ہے

ابراہیم بن ادھم

مسلمان متصوفین کی ایک اہم شخصیت ابراھیم بن ادھم ہیں – طبقات الصوفیہ
میں ابراہیم بن ادھم المتوفی ١٦٥ ھ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے

إبراهيم بن أدهم، أبو إسحاق. من أهل بَلْخ كان من أبناء الملوك و المَياسير. خرج متصيِّداً، فهتف به هاتف، أيقظه من غَفْلَته. فترك طريقته، في التَّزَيّن بالدنيا، و رَجَع إلى طريقة أهل الزّهْد و الورع. و خرج إلَى مكة، و صحب بها سفيان الثَّوري، و الفُضَيْل بن عِياض. و دخل الشام، فكان يعمل فيه، و يأكل من عمل يده

ابو اسحاق ابراہیم بن ادھم بلخی تھے شاہی خاندان سے تعلق تھا. شکار کے لیے
نکلے اور ایک آواز سنی، غفلت سے بیدار ہوئے ، دنیا کی زینت کا راستہ چھوڑ دیا ،
زہد و تقوی کی طرف مائل ہوئے اور مکہ کی طرف رخ کیا. امام سفیان ثوری اور
امام الفُضَیل بن عیاض کے ساتھ رہے، داخل شام ہوئے ، پس وہاں ہاتھ سے کام
کیا اور اپنے ہاتھ کا کھایا ۔

ابراہیم بن ادھم کے لئے ایک انگریز شاعر نے نظم کہی جس کی ترجمانی اردو
میں کی جاتی ہے

Abou Ben Adhem (may his tribe increase!)

Awoke one night from a deep dream of peace,

And saw, within the moonlight in his room,

Making it rich, and like a lily in bloom,

An angel writing in a book of gold:—

Exceeding peace had made Ben Adhem bold,

And to the Presence in the room he said

“What writest thou?”—The vision raised its head,

And with a look made of all sweet accord,

Answered "The names of those who love the Lord."

"And is mine one?" said Abou. "Nay, not so,"

Replied the angel. Abou spoke more low,

But cheerly still, and said "I pray thee, then,

Write me as one that loves his fellow men."

The angel wrote, and vanished. The next night

It came again with a great wakening light,

And showed the names whom love of God had blessed,

And lo! Ben Adhem's name led all the rest.

James Henry Leigh Hunt

ابو بن ادھم (اس کا گروہ بڑھے)

اک روز گہرے خواب امن سے بیدار ہوا

اور چاندنی میں اپنے حجرہ میں دیکھا

جس نے اس کو بھرا ہوا تھا جیسے سوسن کھلا ہو

اک فرشتہ سنہری کتاب میں لکھ رہا تھا

بڑھتے امن نے بن ادھم کی ہمت بندھائی

اور وہ گویا ہوئے

تم کیا لکھ رہے ہو؟ فرشتے نے سر اٹھایا اور نگاہ واحد میں معاملہ کر لیا

ان لوگوں کے نام جو خدا سے محبت کرتے ہیں

کیا میرا نام ہے اس میں؟ بن ادھم نے پوچھا

نہیں فرشتہ بولا

ابو بن ادھم نے دھیمی لیکن خوشی کی آواز میں کہا

میں تم سے گزارش کرتا ہوں مجھ کو بھی ان میں لکھ دو

جو اسکے بندوں سے محبت کرتے ہیں

-فرشتہ نے لکھا اور غائب ہوا

اگلی رات پھر ظاہر ہوا

اب وہ ایک بیدار کر دینے والی روشنی کے ساتھ آیا

اور ان کو وہ نام دکھائے جن کو محبوب ربانی کی سند ملی

اور خبردار! ابو بن ادھم کے بعد دوسروں کے نام تھے

جمیز ہینری لائح ہنٹ

جمیز ہینری لائح ہنٹ انجہانی ۱۸۵۹ ع کو ابراھیم بن ادھم کی شخصیت میں ایسی کیا کشش نظر آئی کہ ان پر ایک نظم کہہ ڈالی؟ اس سوال کا جواب کافی عرصۂ تلاش کیا لیکن کافی دن بعد ملا جب ایک کتاب روحانی باغ پڑھی - یہ کتاب ان عیسائیوں کی ہے جو دور بنوی میں غاروں میں رہتے اور سخت مشقتیں کر

رہے تھے – وہ اس معبود برحق کی تلاش میں تھے جس کو ان کے نزدیک کسی بھی وحی کے بغیر سمجھا جا سکتا تھا – شام عراق مصر اردن کے پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھے ان اہل کتاب صوفیا کا مقصد کشف تھا- وہ پردہ غیب میں جھانک کر حقیقت کو چھونا چاہتے تھے – اس کاوش کو قرآن ان کی ذاتی ایجاد کہتا ہے- اللہ تعالی سورہ الحدید ٢٧ میں کہتا ہے

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ

پھر اس کے بعد ہم نے اپنے انبیاء اور عیسی ابن مریم کو بھیجا اور اس کو انجیل دی اور ان ماننے والوں کے دلوں میں رحم اور رقت ڈال دی اور رہبانیت کو انہوں نے شروع کیا تاکہ اللہ کی رضا حاصل کریں ، ہم نے اس کا حکم نہ دیا تھا، لیکن وہ اس کو کما حقہ ادا نہ کر سکے پس ہم نے ایمان والوں کو اجر دیا اور اکثر ان میں سے فاسق ہیں

عیسائیوں کے کے ایک مشہور راہب یوحنا مسکوس (المتوفی ٤ ھ/ ٦١٩ع) تھے جن کا ذکر نصرانی کتب میں ملتا ہے. ان کی پیدائش ٥٥٠ ع کی ہے یعنی یہ دور بنوی کے ہیں . یوحنا مسکوس ، صوفرونئوس (المتوفی ١٧ ھ/ ٦٣٨ ع) کے استاد تھے جو یروشلم کے پیٹرآرک بنے اور یہ صوفرونئوس ہی تھے جنہوں نے ١٦ ھ میں عمر رضی اللہ عنہ کو یروشلم کا فتح ہونے کے بعد دورہ کرایا تھا. صوفرونئوس اور انکے شیخ یوحنا مسکوس نے شام، مصراور عراق میں راہبوں کی حکایات جمع کی ہیں جن سے ان کے متصوفانہ طرز حیات کا پتا چلتا ہے

درج ذیل اقتباس کتاب روحانی باغ

Pratum Spirituale

سے لیا گیا ہے . یہ سب ایک کی کتاب کے نام ہیں یونانی اور لاطینی زبانوں میں لیکن

Spiritual Meadow

کے نام سے چھپی ہے

When we were in Alexandria we visit Abba Theodoulos who was at the church of Saint Sophia holy wisdom by the Lighthouse. He told us: It was in the community of our saintly father Theodoulos which is in the wilderness of the city of Christ our God that I renounced the World there I met a great elder named Christopher, a Roman by race. One day I prostrated myself before him and said of your charity Abba tell how you have spent your life from youth up I persisted in my request and because he knew I was making it for the benefit of my soul. He told me saying When I renounced the World child I was full of ardour for monastic way of life. By day I would carefully observe the rule of prayer and at night I would go to pray in the cave where the saintly Theodoulos and the other holy fathers are buried. As I went down into the cave I would make a hundred prostrations to God at each step: there were eighteen steps. Having gone down all the steps, I would stay there until they struck the wood at which time I would come back up for the regular office. After ten years spent in that way with fastings and continence and physical labour, one night I came as usual to go down into the cave. After I had performed my prostrations on each step, as I was about to set foot on the floor of the cave I felt into the trance. I saw the entire floor of the cave covered with lamps, some of which were lit and some were not. I also saw two men, wearing mantles and clothed in white, who tended those lamps. I asked them why they had set those lamps out in such way that we could not go down and pray. They replied: These are the lamps of the fathers. I spoke to them again: Why some of them lit while others are not? Again they answered those who wished to do so lit there own lamps. Then I said to them: Of your charity is my lamp lit or not? Pray they said and we will light it. Pray I immediately retorted and what I have been doing until now? With these words I returned to my senses and, and when I turned round, there was not a person to be seen. Then I said to myself Christopher , if you want to be saved, then yet greater effort is required. At dawn I left monastery and went to Mount Sinai. I had nothing with me but the clothes I stood up in, after I had spent fifty years of monastic endeavours. There, a voice came to me Christopher, go back to your community in which you fought in the good fight so that you may die with your fathers.

جب ہم اسکندریہ میں تھے تو ہم ابّا تھودولوس سے ملے جو نور مینارکے
پاس سینٹ صوفیا پاک حکمت والے کلیسا میں تھے. انھوں نے بتایا: میں بزرگ
تھودولس جو ہمارے آقا (عیسیٰ علیہ السلام) کے شہر کے بیابان میں رہتے ہیں، کی
معیت میں تھا، وہاں میں ایک بزرک کرسٹوفر سے ملا جو نسلا رومی تھے ایک دن

میں نے ان کو سجدہ کیا اور کہا ابا آپ مجھے اپنی زندگی کے بارے میں بتائے
جوانی سے آج تک اور میں مسلسل اصرار کرتا رہا چونکہ وہ جانتے تھے کہ میں
اپنی روح کے فائدے کے لئے ایسا کر رہا ہوں انہوں نے مجھ کو بتایا کہ جب میں
دنیا (کی آسائش) کوخیرباد کہا ، بیٹا اس وقت میں خانقاہی زندگی کے حوالے نے
سے بہت جوش میں تھا. دن میں، میں بہت لگن سے عبادت کے اصول پر عمل کرتا
اور رات میں غار میں جس میں بزرگ تھودولوس اور دوسرے بزرگ دفن ہیں، میں
عبادت کرتا. جب میں غار میں اترتا تو میں اللہ کو ۱۰۰ سجدے ہر قدم پر کرتا، کل
۱۸ قدم پڑتے تھے. میں وہی رہتا حتی کہ یہ لوگ لکڑی پر ضرب لگاتے اور میں
واپس دفتر اتا. قریب ۱۰ سال اسی طرح صوم و عبادت کی مشقت میں گزارنے کے
بعد ، ایک رات میں حسب روایت غار کے فرش پر قدم رکھنے لگا تو میں غرق
مکاشفہ ہوا. میں نے دیکھ کہ غار کا سارا فرش دیوں سے بھرا ہے جس میں سے
کچھ جل رہے ہیں اور کچھ بجھے ہیں . میں نے دو آدمیوں کو بھی دیکھا کہ سفید
لباس میں ہیں جو ان دیوں کو لگا رہے ہیں میں نے پوچھا کہ آخر اس طرح کیوں
دیے لگانے گئے ہیں کہ ہم اندر جا بھی نہ سکیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ دیے
بزرگوں کے ہیں . میں نے دوبارہ بات کی: ایسا کیوں ہے کہ کچھ جل رہے ہیں اور
کچھ بجھے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ جن کو جلانا ہو وہ خود جلاتے ہیں. میں نے پوچھا
کہ میرا دیا جل رہا ہے یا بجھا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا عبادت کرو ہم اسکو جلائیں گے.
میں نے کہا عبادت! تو بھی تک میں کیا کر رہا تھا؟ اس کے بعد مکاشفہ کی کفیت
ختم ہوئی. اور میں نے دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا. پھر میں نے اپنے آپ سے کہا
کرسٹوفر، اگر تم نجات پانا چاہتے ہو تو اس سےزیادہ کاوش چاہیے. واپس اپنے
لوگوں میں جاؤ جن میں تم (شیطان کی اکساہٹوں سے) لڑو پھر جب مرو گے تو
.بزرگوں کے ساتھ ہو گے

ابراہیم بن ادھم ، ابّا تھودولوس سے بڑھ کر صوفی تھے ان میں اختلاف نہ صرف
عق یدے کا تھا بلکہ فرشتہ نے ابّا تھودولوس کو کہا کہ اور محنت کرو لیکن ابو بن
ادھم ان سے آگے نکل گئے

کسی دور میں متصوفین میں یہ جھگڑا پیدا ہوا کہ کون اور کہاں کے صوفیاء بہتر
ہیں؟ کیا عرب کے یا افغانستان و سینٹرل ایشیا کے ؟ کیونکہ اسلام پھیل رہا تھا اور
– کئی علاقوں میں صرف تصوف کو ہی اصلی اسلام سمجھا جاتا تھا

ابراہیم بن ادھم اغلبا ایک فرضی کردار تھا جس میں بدھآ کی حکایات پر ابراھیم بن
ادھم کا اسلامی کردار تراشا گیا- عرب متصوفین نے بلخ کے اس راہب کا کردار گھڑا
– ابراہیم بن ادھم اغلبا ابراہیم بن آدم ہے یعنی ابن آدم کی اولاد میں سے – ابراہیم
سے نسبت دی گئی ہے کہ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے وحی الھی کے بغیر
مشاہدے سے کائنات کی حقیقت کو جانا تو گویا یہ کوئی بھی عام صوفی کر سکتا
ہے – نہ صرف یہ بلکہ بدھآ نے بھی نروان اسی وقت حاصل کیا جب کائنات میں

موجود جبر و قدر نے اس کو الجھا دیا – لہذا بلخ ایک مناسب جگہ تھی جہاں سے ایک اسلامی بدھآ کو نکالا جاتا ہے جس نے بدھآ کی طرح بادشاہت کو خیر باد کہا اور بدھ مت کے سادھوں کی طرح ہر دو قدم پر سجدہ کرتے خدا کے لئے کعبہ کے قصد سے نکلا

حکایت بیان کرنے والا جانتا ہے کہ وہ بدھ مت کے کس طرز کی بات کر رہا ہے آپ شاید نہ جانتے ہوں لہذا یہ دیکھیں

https://www.youtube.com/watch?v=6-hsCfIOasM

اب کہانی آگے بڑھتی ہے ابراہیم بن ادھم ١٤ سال میں مکہ پہنچتے ہیں لیکن کیا ہوتا ہے- انیس الارواح از عثمان ہارونی مرتبہ معین الدین چشتی، ص ١٧، ١٨ پر حکایت لکھی ہے کہ عثمان ہارونی نے

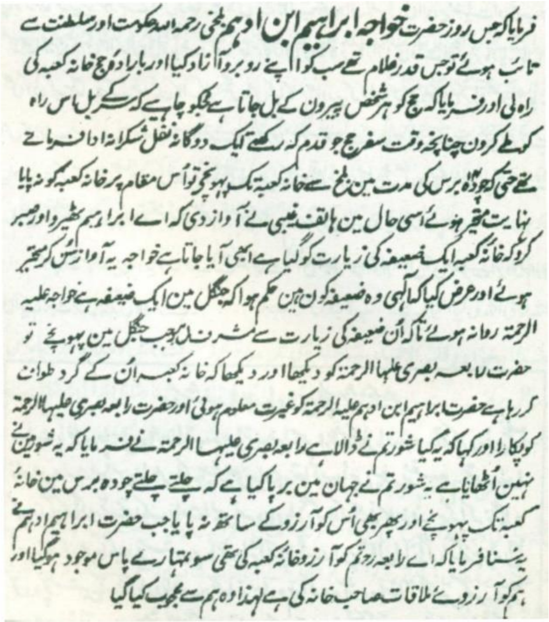
فرمایا کہ جس روز حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمہ اللہ حکومت اور سلطنت سے تائب ہوئے تو جس قدر غلام تھے سب کو اپنے روبرو آزاد کیا اور بارادۂ حج خانہ کعبہ کی راہ لی اور فرمایا کہ حج کو ہر شخص بیرون کے بل جاتا ہے مجکو چاہیے کہ سر کے بل اس راہ کو طے کروں چنانچہ وقت سفر حج جو قدم کہ رکھتے ایک دوگانہ نفل شکرانہ ادا فرماتے تھے حتی کہ چودہ برس کی مدت مین بلخ سے خانہ کعبہ تک پہونچے تو اس مقام پر خانہ کعبہ کو نہ پایا نہایت متحیر ہوئے اسی حال مین ہاتف غیبی نے آواز دی کہ اے ابراہیم ٹھیرو اور صبر کرو کہ خانہ کعبہ ایک ضعیفہ کی زیارت کو گیا ہے ابھی آیا جاتا ہے خواجہ یہ آواز سُن کر متحیر ہوئے اور عرض کیا کہ الٰہی وہ ضعیفہ کون ہین حکم ہوا کہ جنگل مین ایک ضعیفہ ہے خواجہ علیہ الرحمۃ روانہ ہوئے تاکہ اُن ضعیفہ کی زیارت سے مشرف ہوں جب جنگل مین پہونچے تو حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کو دیکھا اور دیکھا کہ خانہ کعبہ اُن کے گرد طواف کر رہا ہے حضرت ابراہیم ابن ادہم علیہ الرحمۃ کو غیرت معلوم ہوئی اور حضرت رابعہ بصری علیہا الرحمۃ کو پکارا اور کہا کہ یہ کیا شور تم نے ڈالا ہے رابعہ بصری علیہا الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ شور مین نے نہین اُٹھایا ہے یہ شور تم نے جہان مین برپا کیا ہے کہ چلتے چلتے چودہ برس مین خانہ کعبہ تک پہونچے اور پھر بھی اُس کو آرزو کے ساتھ نہ پایا جب حضرت ابراہیم ادہم نے یہ سنا فرمایا کہ اے رابعہ تم کو آرزو خانہ کعبہ کی تھی سو تمہارے پاس موجود ہو گیا اور ہم کو آرزوئے ملاقات صاحب خانہ کی ہے لہذا وہ ہم سے محجوب کیا گیا

اس حکایت میں ضعیفہ ، رابعة العدوية (المتوفی ١٣٥ ھ یا ١٨٥ ھ) جن کا مکمل نام رابعة بنت اسماعيل أم عمرو العدوية ہے. ان کو أم الخير بھی کہا جاتا ہے کا ذکر

ہے جو یہ دعوی کرتی تھیں کہ یہ اللہ کی عبادت جنّت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ کی خوشنودی کے لئے کرتی ہیں (یعنی باقی صوفی ایسا کرتے تھے مثلا ابراہیم بن ادھم بلخی).

حکایت میں بتایا گیا ہے کہ ایک عربی صوفی بڑھیا رابعة بلخ کے صوفیوں سے بہتر تھیں اور یہاں تک کہ ابراہیم بن ادھم کے حوالے سے پردۂ غیب کو ہٹا بھی سکتی تھیں – ابراہیم کی یہ تمام محنت اکارت گئی کیونکہ وہ اصلی صوفی نہیں تھے اصلی تو عراق میں بصرہ کی ایک بڑھیا تھی

یعنی یہ کہانی گھڑنے والوں نے ابراہیم کا مقابلہ کسی مرد سے نہیں کرایا بلکہ ایک عورت اور وہ بھی بڈھی کو دکھایا کہ ہماری عرب صوفی بڑھیا بھی بلخیوں سے بڑھ کر ہے

ابراہیم بن ادھم بعد میں اپنی غلطی درست کرتے ہیں عرب صوفیا کے ساتھ رہتے ہیں

یہ ان کے کردار کا مرکزی خیال ہے

اصف بن بر خیا کا راز

قرآن میں بعض واقعات کا ذکر ہے جن کی صحیح تعبیر کا علم نہیں دیا گیا مثلا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں جب سلیمان نے سوال کیا کہ کون ہے جو ملکہ سبا کا عرش یہاں یروشلم میں لے آئے تو

قال عفريت من الجن أنا آتيك به قبل أن تقوم من مقامك وإني عليه لقوي أمين قال الذي عنده علم من الكتاب أنا آتيك به قبل أن يرتد إليك طرفك فلما رآه مستقرا عنده قال هذا من فضل ربي ليبلوني أأشكر أم أكفر ومن شكر فإنما يشكر لنفسه ومن كفر فإن ربي غني كري

عفریت میں سے ایک نے کہا میں لاتا ہوں اس سے پہلے کہ یہ اجلاس برخاست ہو اس پر ایک شخص جس کو کتاب کا علم تھا اس نے کہا میں اس کو پلک جھپکتے میں ہی لاتا ہوں اور یکایک عرش اہل دربار کے سامنے تھا – سلیمان نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا

مقصد یہ تھا کہ جنات کی قوت کو انسانی علم سے کم تر کیا گیا کہ اگرچہ جنات میں قوت ہے لیکن انسانوں کی طرح علم مکمل نہیں ہے انسان علم میں ان سے بڑھ کر ہیں- ان کے مقابلے پر سرکش جنات کا علم اصل میں سحر و کہانت ہے جس میں انسانوں میں سے بعض ان کی مدد حاصل کرتے ہیں اور یہ شیطانی علوم ہیں

سوره النمل کي اس آیت کی مختلف فرقوں نے تاویلات کی ہیں

اہل سنت ہوں یا اہل تشیع ، دونوں اپنی تفسیروں میں ایک شخصیت آصف بن برخیا کا ذکر کرتے ہیں

اہل تشیع کی آراء

سلیمان کے دربار کے اس شخص کے بارے میں جس کو کتاب کا علم دیا دیا تھا ، الکافی باب ١٦ کی روایت ہے کہ

محمد بن يحيى وغيره ، عن أحمد بن محمد ، عن علي بن الحكم ، عن محمد بن الفضيل قال : أخبرني شريس الوابشي ، عن جابر ، عن أبي جعفر عليه السلام قال : إن اسم الله الأعظم على ثلاثة وسبعين حرفا وإنما كان عند آصف منها حرف واحد فتكلم به فخسف بالأرض ما بينه وبين سرير بلقيس حتى تناول السرير بيده ثم عادت الأرض كما كانت أسرع من طرفة عين ونحن عندنا من الاسم الأعظم اثنان وسبعون حرفا ، وحرف واحد عند الله تعالى استأثر به في علم الغيب عنده ، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم

شريس الوابشي نے جابر سے انہوں نے ابی جعفر علیہ السلام سے روایت کیا کہ الله کے اسم اعظم کے تہتر ٧٣ حروف ہیں. ان میں سے اصف نے صرف ایک حرف کو ادا کیا تھا کہ اسکے اور ملکہ بلقیس کے عرش کے درمیان زمین کو دھنسا دیا گیا کہ اس نے تخت تک ہاتھ بڑھا لیا اور زمین واپس اپنی جگہ لوٹ آئی. یہ سب پلک جھپکتے میں ہوا. ہمارے پاس اسم اعظم کے بہتر ٧٢ حروف ہیں . الله نے بس علم غیب میں ہم سے ایک حرف پوشیدہ رکھا ہے

کتاب بصائر الدرجات کی روایت ہے

وعن ابن بكير، عن أبي عبد الله [عليه السلام]، قال: كنت عنده، فذكروا سليمان وما أعطي من العلم، وما أوتي من الملك.

فقال لي: وما أعطي سليمان بن داود؟ إنما كان عنده حرف واحد من الاسم الأعظم،
وصاحبكم الذي قال الله تعالى: قل: كفى بالله شهيداً بيني وبينكم ومن عنده علم
.الكتاب. وكان ـ والله ـ عند علي [عليه السلام]، علم الكتاب
فقلت: صدقت والله جعلت فداك
ابن بکیر ابی عبد اللہ امام جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ میں ان کے پاس تھا پس
سلیمان اور ان کو جو علم عطا ہوا اس کا ذکر ہوا اور جو فرشتہ لے کر آیا پس انہوں
(امام جعفر) نے مجھ سے کہا اور سلیمان بن داود کو کیا ملا ؟ اس کے پاس تو الاسم
الأعظم کا صرف ایک ہی حرف تھا اور ان کے صاحب جن کے لئے اللہ تعالی کہتا ہے
: قل كفى بالله شهيداً بيني وبينكم ومن عنده علم الكتاب الرعد: 43 اور وہ تو اللہ
کی قسم ! علی علیہ السلام کے پاس ہے علم الکتاب
تفسير القمي ج1 ص368 کے مطابق

عن أبي عبد الله [عليه السلام]، قال: الذي عنده علم الكتاب هو أمير المؤمنين
ابی عبد اللہ سے روایت ہے کہ قال الذي عنده علم الكتاب یہ امیر المومنین (علی)
ہیں
کہتے ہیں سلیمان علیہ السلام کے دربار میں اس شخص کا نام اصف بن برخیا
تھا یعنی علی کرم اللہ وجھہ اس دور میں اصف بن برخیا کی شکل میں تھے

اٹھارہ ذی الحجہ یعنی عید الغدیر کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے کتاب السرائر – ابن
إدريس الحلي – ج 1 – ص 418 میں لکھتے ہیں

وفيه أشهد سليمان بن داود سائر رعيته على استخلاف آصف بن برخيا وصيه ، وهو يوم
عظيم ، كثير البركات
اور اس روز سلیمان بن داود اور تمام عوام کو اصف بن برخیا کی خلافت کی وصیت
کی اور وہ دن بہت عظیم اور بڑی برکت والا ہے
كتاب الإمامة والتبصرة از ابن بابويه القمي میں نے اصف کی خلافت کا ذکر کیا ہے

كتاب الأمالي – الشيخ الصدوق – ص 487 – 488 میں اور كمال الدين وتمام النعمة از
الشيخ الصدوق ص ٢١٢ میں ہے

وأوصى داود (عليه السلام) إلى سليمان (عليه السلام) ، وأوصى سليمان (عليه السلام
) إلى آصف بن برخيا ، وأوصى آصف بن برخيا إلى زكريا (عليه السلام
اور داود نے سلیمان علیہ السلام کی وصیت کی اور سلیمان نے اصف بن برخیا کی
وصیت کی اور اصف بن برخیا نے زکریا علیہ السلام کی وصیت کی

كتاب تحف العقول – ابن شعبة الحراني – ص 476 – 478 کے مطابق یحیی بن أكثم نے علی بن محمد الباقر سے سوال کیا

قلت : كتب يسألني عن قول الله : " قال الذي عنده علم من الكتاب أنا آتيك به قبل أن يرتد إليك طرفك " نبي الله كان محتاجا إلى علم آصف ؟
میں یحیی بن أكثم نے پوچھا : (میرے نصیب میں) لکھا ہے کہ میں سوال کروں گا اللہ کے قول قال الذي عنده علم من الكتاب أنا آتيك به قبل أن يرتد إليك طرفك پر کہ اللہ کا نبی کیا اصف کا محتاج تھا ؟
امام الباقر نے جواب دیا
سألت : عن قول الله جل وعز : " قال الذي عنده علم من الكتاب " فهو آصف بن برخيا ولم يعجز سليمان عليه السلام عن معرفة ما عرف آصف لكنه صلوات الله عليه أحب أن يعرف أمته من الجن والإنس أنه الحجة من بعده ، وذلك من علم سليمان عليه السلام أودعه عند آصف بأمر الله ، ففهمه ذلك لئلا يختلف عليه في إمامته ودلالته كما فهم سليمان عليه السلام في حياة داود عليه السلام لتعرف نبوته وإمامته من بعده لتأكد الحجة على الخلق
تم نے سوال کیا کہ قول الله جل وعز : " قال الذي عنده علم من الكتاب پر تو وہ اصف بن برخیا ہیں اور سلیمان عاجز نہیں تھے اس معرفت میں جو اصف کو حاصل تھی لیکن آپ صلوات اللہ علیہ نے اس کو پسند کیا کہ اپنی جن و انس کی امت پر اس کو حجت بنا دیں اس کے بعد اور یہ سلیمان کا علم تھا جو اصف کو ان سے عطا ہوا تھا- اس کا فہم دینا تھا کہ بعد میں امامت و دلالت پر کہیں (بنو اسرائیل) اختلاف نہ کریں جیسا ان سلیمان کے لئے داود کی زندگی میں (لوگوں کا) فہم تھا کہ انکی نبوت و امامت کو مانتے تھے تاکہ خلق پر حجت کی تاکید ہو جائے
یعنی آصف اصل میں سلیمان علیہ السلام کے خلیفہ ہونے کو تھے تو ان کو ایک علم دیا گیا تاکہ عوام میں ان کی دھاک بٹھا دی جائے اور بعد میں کوئی اس پر اختلاف نہ کر سکے

كتاب مستدرك الوسائل – الميرزا النوري الطبرسي – ج 13 – ص 105 میں ہے کہ

العياشي في تفسيره : عن أبي بصير ، عن أبي جعفر (عليه السلام) قال : " لما هلك سليمان ، وضع إبليس السحر ، ثم كتبه في كتاب وطواه وكتب على ظهره : هذا ما وضع آصف بن برخيا للملك سليمان بن داود (عليهما السلام) من ذخائر كنوز العلم ، من أراد كذا وكذا فليقل كذا وكذا ، ثم دفنه تحت السرير ، ثم استثاره لهم ، فقال الكافرون : ما كان يغلبنا سليمان الا بهذا ، وقال المؤمنون : هو عبد الله ونبيه ، فقال الله في كتابه : (واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان) اي : السحر
العياشي اپنی تفسیر میں کہتے ہیں عن أبي بصير ، عن أبي جعفر (عليه السلام) سے کہ امام ابی جعفر نے کہا جب سلیمان ہلاک ہوئے تو ابلیس نے سحر لیا اور ایک

کتاب لکھی ..(اور لوگوں کو ورغلایا). یہ وہ کتاب تھی جو اصف کو سلیمان سے
حاصل ہوئی جو علم کا خزانہ ہے جو اس میں یہ اور یہ کہے اس کو یہ یہ ملے گا
پھر اس سحر کی کتاب کو تخت کے نیچے دفن کر دیا پھر اس کو (دھوکہ دینے کے
لئے واپس) نکالا اور کافروں نے کہا ہم پر سلیمان غالب نہیں آ سکتا تھا سوائے اس
(جادو) کے (زور سے) اور ایمان والوں نے کہا وہ تو الله کے نبی تھے پس الله نے
اپنی کتاب میں کہا اور لگے وہ (یہود) اس علم کے پیچھے جو شیاطین ملک سلیمان
کے بارے میں پڑھتے تھے یعنی جادو
یعنی شیعوں کے نزدیک اصف بن برخیا اصل میں سلیمان علیہ السلام کے امام بنے
اور وہ ایک خاص علم رکھتے تھے بعض کے نزدیک علی رضی الله عنہ ہی تھے اور
اس دور میں وہ اصف بن بر خیا کہلاتے تھے یہاں تک کہ اصف نے مریم علیہ
السلام کے کفیل زکریا علیہ السلام کے وصی ہونے کی وصیت کی گویا اصف کئی
ہزار سال تک زندہ ہی تھے پتا نہیں شیعوں کے نزدیک اب وفات ہو گئی یا نہیں

اہل سنت کی آراء

تفسير السمرقندي یا تفسير بحر العلوم أز أبو الليث نصر بن محمد بن أحمد بن
إبراهيم السمرقندي (المتوفى: 373هـ) میں ہے

ويقال: إن آصف بن برخيا لما أراد أن يأتي بعرش بلقيس إلى سليمان- عليه السلام- دعا
بقوله يا حي يا قيوم- ويقال: إن بني إسرائيل، سألوا موسى- عليه السلام- عن اسم الله
-الأعظم فقال لهم: قولوا اهيا- يعني يا حي- شراهيا- يعني يا قيوم
اور کہا جاتا ہے جب اصف بن برخیا نے بلقیس کا عرش سلیمان کے پاس لانے کا
ارادہ کیا تو انہوں نے کہا یا حي یا قیوم- اور کہا جاتا ہے نبی اسرئیل نے موسی سے
اسم الأعظم کا سوال کیا تو ان سے موسی نے کہا کہو اهيا- يعني يا حي- شراهيا-
-يعني يا قيوم
تفسیر القرطبی میں ہے

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنهَا قَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" إِنَّ اسْمَ اللَّه الْأَعْظَمَ الَّذِي
دَعَا بِهِ آصَفُ بْنُ بَرْخِيَا يَا حَيّ يَا قَيّوم" قِيلَ: وَهُوَ بِلِسَانِهِمْ، أَهَيَا شَرَاهيا
اور عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اسم
اللَّه الْأَعْظَمَ جس سے اصف نے دعا کی وہ يَا حَيّ يَا قَيّوم ہے ان کی زبان میں
تھا اَهَيَا شَرَاهيا
اهَيَا شَرَاهيا کا ذکر شوکانی کی فتح القدير اور تفسیر الرازی میں بھی ہے

اس سے قطع النظر کہ وہ الفاظ کیا تھے جو بولے گئے جو بات قابل غور ہے وہ
اصف بن برخیا کا ذکر ہے جو اہل سنت کی کتب میں بھی ہے

صوفیاء نے اس آیت سے ولی کا تصور نکالا کہ ولی نبی سے بڑھ کر ہے اور محی الدین ابن العربی کی کتب میں اس قول کو بیان کیا گیا اور صوفیاء میں اس کو تلقها بالقبول کا درجہ حاصل ہوا

پردہ اٹھتا ہے

اصف بن برخیا کا کردار اصلا یمنی یہودیوں کا پھیلایا ہوا ہے جو اغلبا عبد الله ابن سبا سے ہم کو ملا ہے اگرچہ اس بات کی کوئی صریح دلیل نہیں ہے لیکن شواہد بتاتے ہیں کہ اصل میں چکر کچھ اور ہی ہے

اصف بن برخیا کا ذکر بائبل کی کتاب تواریخ میں ہے

Asaph the son of Berechiah, son of Shimea
اس نام کا ایک شخص اصل میں غلام بنا جب اشوریوں نے مملکت اسرایل پر حملہ کیا- سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد نبی اسرائیل میں پھوٹ پڑی اور ان کی مملکت دو میں تقسیم ہو گئی ایک شمال میں تھی جس کو اسرئیل کہا جاتا تھا اور دوسری جنوب میں تھی جس میں یروشلم تھا اور اس کو یہودا کہا جاتا تھا- سلیمان علیہ السلام کی وفات کے کئی سو سال بعد ختم ہونے والی ان دو ریاستوں میں بادشاہت رہی اور کہیں بھی اتنی طویل مدت تک زندہ رہنے والے شخص کا ذکر ملتا

سلیمان علیہ السلام (وفات ۱۰۲۲ ق م) کے بعد ان کے بیٹے رھوبم خلیفہ ہوئے اور اس کے بعد مملکت دو حصوں میں ٹوٹ گئی جس میں شمالی سلطنت کو ۷۱۹ قبل مسیح میں اشوریوں نے تباہ کیا – یعنی مفسرین کے مطابق ۳۰۳ سال بعد جب اشوریوں نے غلام بنایا تو ان میں سلیمان کے درباری اصف بن برخیا بھی تھے جو ایک عجیب بات ہے

شمال میں اسرائیل میں دان اور نفتالی کے یہودی قبائل رہتے تھے جو اشوریوں کے حملے کےبعد یمن منتقل ہوئے اور بعض وسطی ایشیا میں آرمینیا وغیرہ میں – دان اور نفتالی قبائل کا رشتہ اصف بن برخیا سے تھا کیونکہ وہ مملکت اسرئیل کا تھا اور وہیں سے غلام بنا اور چونکہ یہ ایک اہم شخصیت ہو گا اسی وجہ سے اس کے غلام بننے کا خاص طور پر بائبل کی کتاب میں ذکر ہے-

ابن سبا بھی یمن کا ایک یہودی تھا جو شاید انہی قبائل سے ہو گا جن کا تعلق دان و نفتالی قبائل سے تھا- پر لطف بات ہے کہ ان میں سے ایک قبیلے کا نشان ترازو تھا اور عدل کو اہمیت دیتا تھا جو ان کے مطابق توحید کے بعد سب سے اہم

رکن تھا – شمال میں امراء پر جھگڑا رہتا تھا اور ان پر قاضی حکومت کرتے تھے ایک مرکزی حکومت نہیں تھی یہاں تک کہ آج تک ان کے شہر کو

Tel Dan

یا

Tel Qadi

کہا جاتا ہے

یعنی اس قبیلہ میں امراء کے خلاف زہر اگلنا اور عدل کو توحید کے بعد سب سے اہم سمجھنا پہلے سے موجود ہے اور ابن سبا نے انہی فطری اجزا کو جمع کیا اور اس پر مصر میں اپنا سیاسی منشور مرتب کیا

اهَيَا شَرَاهِيَا بھی اصلا عبرانی الفاظ ہیں جو یمنی یہودیوں نے اصف سے منسوب کیے اور یہ توریت سے لئے گئے جس میں موسی علیہ السلام اور اللہ تعالی کا مکالمہ درج ہے – توریت کا یہ حصہ یقینا موسی علیہ السلام کی وفات کے بعد کا ہے کیونکہ اصلی توریت میں احکام درج تھے لہذا اهَيَا شَرَاهِيَا کو اصلا الحی القیوم کہنا راقم کے نزدیک ثابت نہیں ہے

اصف بن بر خیا اصل میں یہود کی جادو کی کتب کا راوی ہے اور اس سے منسوب ایک کتاب کتاب الاجنس ہے جس میں انبیاء پر جادو کی تہمت ہے اس قسم کے لوگ جن پر اشوری قہر الہی بن کر ٹوٹے ان کو مفسرین نے سلیمان علیہ السلام کا درباری بنا کر ایک طرح سے جادو کی کتاب کے اس راوی کی ثقاہت قبول کر لی

بائبل ہی میں یہ بھی ہے کہ اصف نام کا ایک شخص داود علیہ السلام کے دور میں ہیکل میں موسیقی کا ماہر تھا – کتاب سلاطین میں پہلے ہیکل میں موسیقی کا کوئی ذکر نہیں جبکہ کتاب تواریخ میں اس کا ذکر ہے لہذا اس پر اعتراض اٹھتا ہے کہ موسیقی کا عبادت میں دخل بعد میں کیا گیا ہے جو اغلبا عزیر اور نحمیاہ نے کیا ہو گا اور انہوں نے جگہ جگہ اصف کا حوالہ موسیقی کے حوالے سے شامل کیا

داود علیہ السلام اسلامی روایات کے مطابق موسیقی اور سازوں کی مدد سے عبادت نہیں کرتے تھے یہ یقینا اہل کتاب کا اپنے دین میں اضافہ ہے اور اس میں انہوں نے اصف نام کا ایک شخص گھڑا جو موسیقار تھا اور مسجد سلیمان ہر وقت موسیقی سے گونجتی رہنے کا انہوں نے دعوی کیا اور اس کو سند دینے کے لئے اصف کو پروہتوں کے قبیلہ لاوی سے بتایا پھر اس کی مدت عمر کو اتنا طویل کہا کہ وہ داود و سلیمان سے ہوتا ہوا اشوریوں کا قیدی تک بنا

یہ سب داستان بائبل کی مختلف کتب میں ہے جس کو ملا کر آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے

اسلامی کتب میں الفہرست ابن ندیم میں بھی اس کا ذکر ہے یہاں بات کو بدل دیا ہے

وکان یکتب لسلیمان بن داود آصف بن برخیا

اور اصف بن برخیا سلیمان کے لئے لکھتے تھے

یعنی اصف بن بر خیا ایک کاتب تھے نہ کہ موسیقار

اصف کو یہود ایک طبیب بھی کہتے ہیں اور اس سے منسوب ایک کتاب سفرریفوط ہے جس میں بیماریوں کا ذکر ہے

زبور کی مندرجہ ذیل ابیات کو اصف کی ابیات کہا جاتا ہے

Asaph Psalm 50, 73, 74,75,76,77,78,79,80,81,82,83

گویا خود یہود کے اس پر اتنے اقوال ہیں کہ اس کی شخصیت خود ان پر واضح نہیں